

V7881

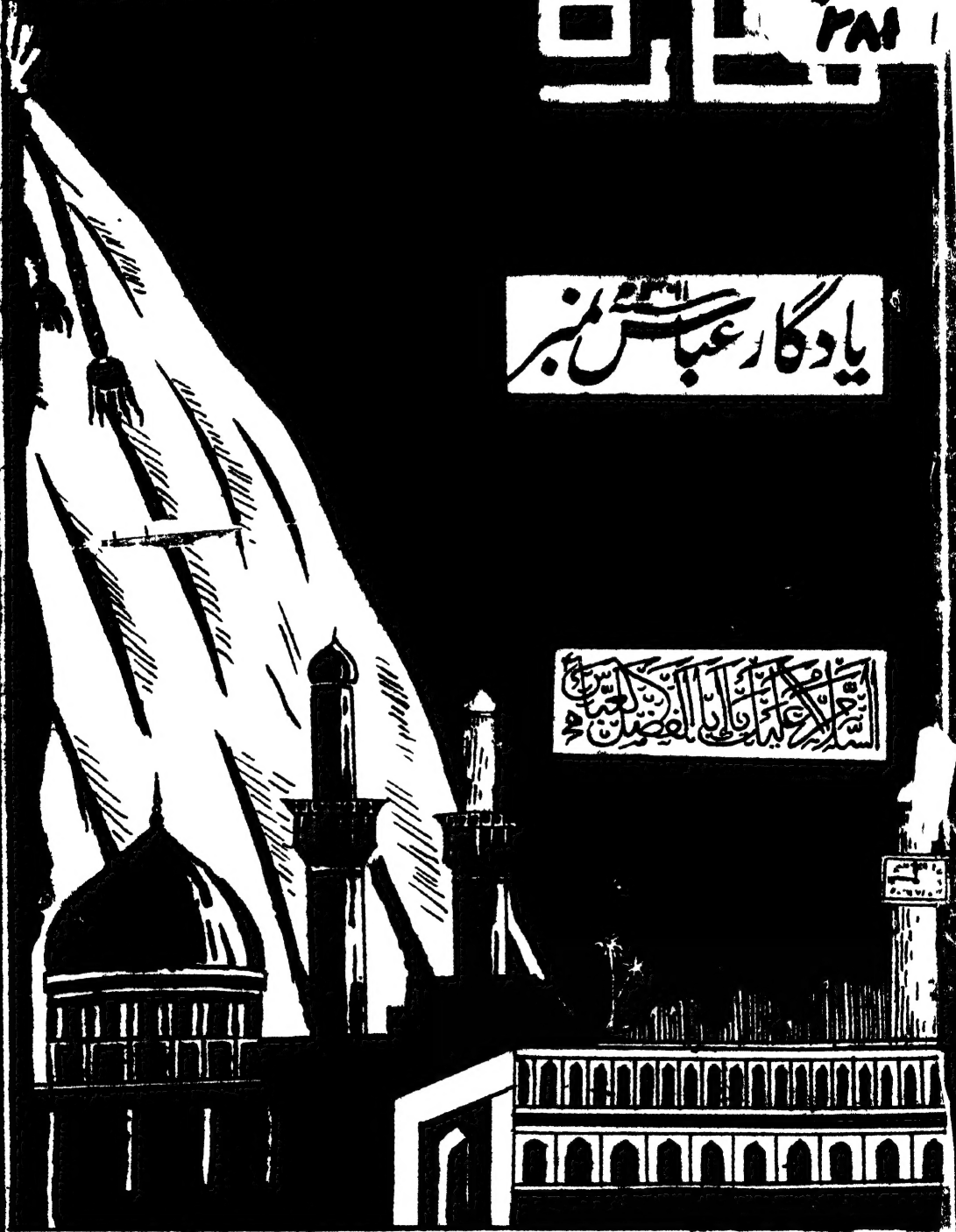
عباس کا علم ہے قومی نشان ہمارا

رسائل
۲۸۱

یادگار

یادگار عباسی منبر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى اَبْنائِ الْاَبْعَدِيْنَ



بیت اہل بیت علیہم السلام

الکتاب

قیمت آٹھ آنہ

مکتبہ اسلامیہ پبلیشرز

مولانا محمد علی صاحبزادہ حضرت عباس علیہ السلام
 مولفہ مولانا محمد حسن صاحبزادہ کراروی
 تیرت حضرت عباس علیہ السلام میں
 پہلی کتاب جو پیشکش و بکاش کی گئی ہے

تہذیب و تمدن کا
 تہذیب و تمدن کا
 تہذیب و تمدن کا

مجموعہ اوزار و آلات جدید حضرت عباس علیہ السلام

مع مقدمہ ترجمہ و حاشیہ
 حضرت مولانا الیہ محمد ہارون صاحب قبلہ زبکی پوری اعلیٰ شہرت

مع مقدمہ
 بزم الواعظین جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی

مع صحیفہ سجادہ پر علیہ السلام کے کتب
 حضرت سید العلماء مولانا مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ محمد العصر علیہ السلام

جلد قلم، صاف چھپائی، عمدہ چکنا کاغذ، ہدیہ صرف غیر مجلدی مجلد

تحفہ احمدیہ

موافق فتاویٰ و حتمی طاعات

صدر المحققین سرکار ناصر الملک آقا مولانا سید حسین صاحب قبلہ علیہ السلام

جس کی تصحیح خود سرکار ناصر الملک دام ظلہ العالی کی زیر نگرانی ہوئی ہے بلکہ

اکثر مقامات خود سرکار مدوح نے صحت فرمائے ہیں

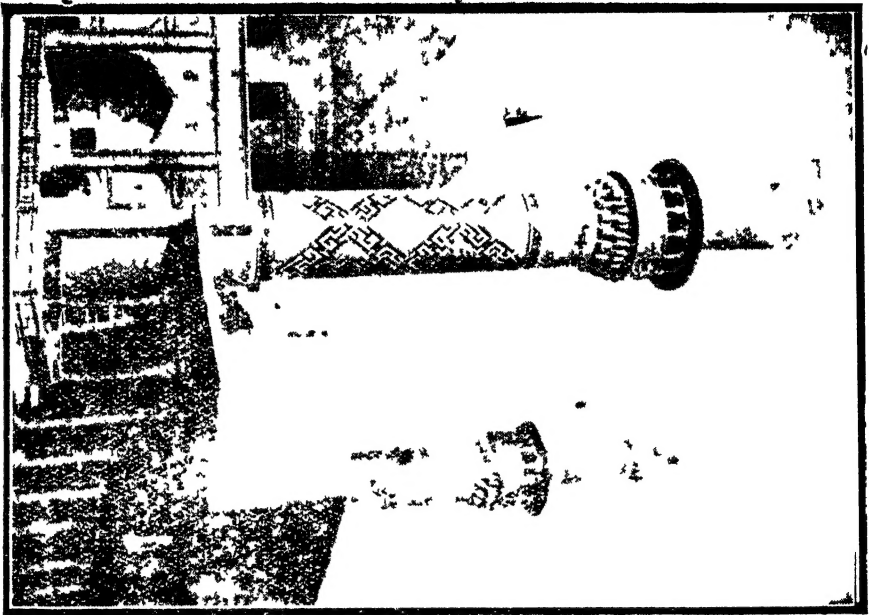
جلد قلم، واضح حروف، صاف چھپائی، عمدہ کاغذ، مطبوعہ نظامی پریس کھنڈ

ہدیہ علاوہ محصول ڈاک

جلد اول - ۴۸۰ جلد دوم - ۴۸۰ جلد سوم - ۴۸۰

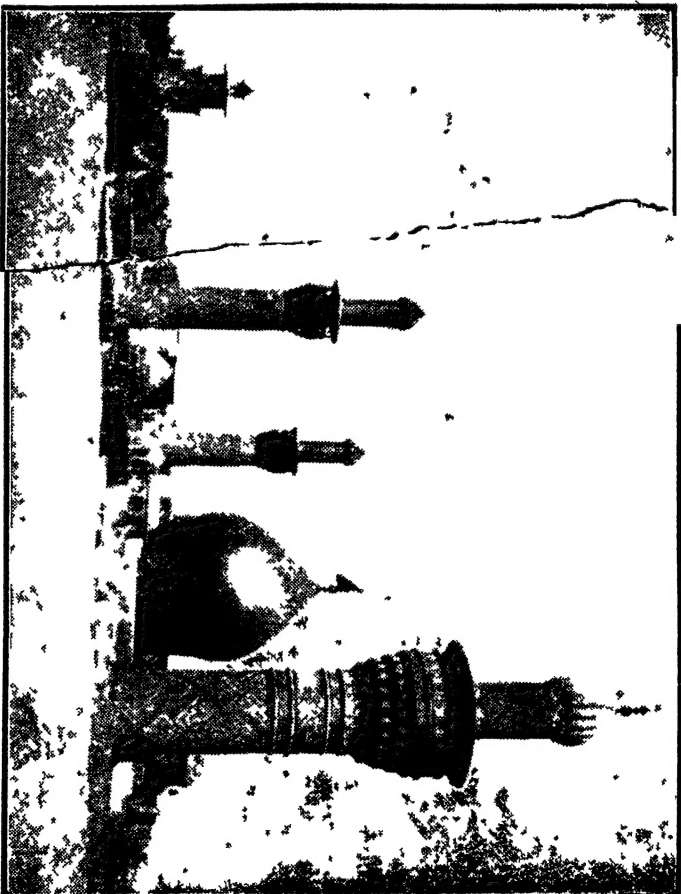
مینجر نظامی پریس بکسٹن کھنڈ (آہنی پھاٹک)

”دو پہاڑوں کی آراستہ گھنٹی“

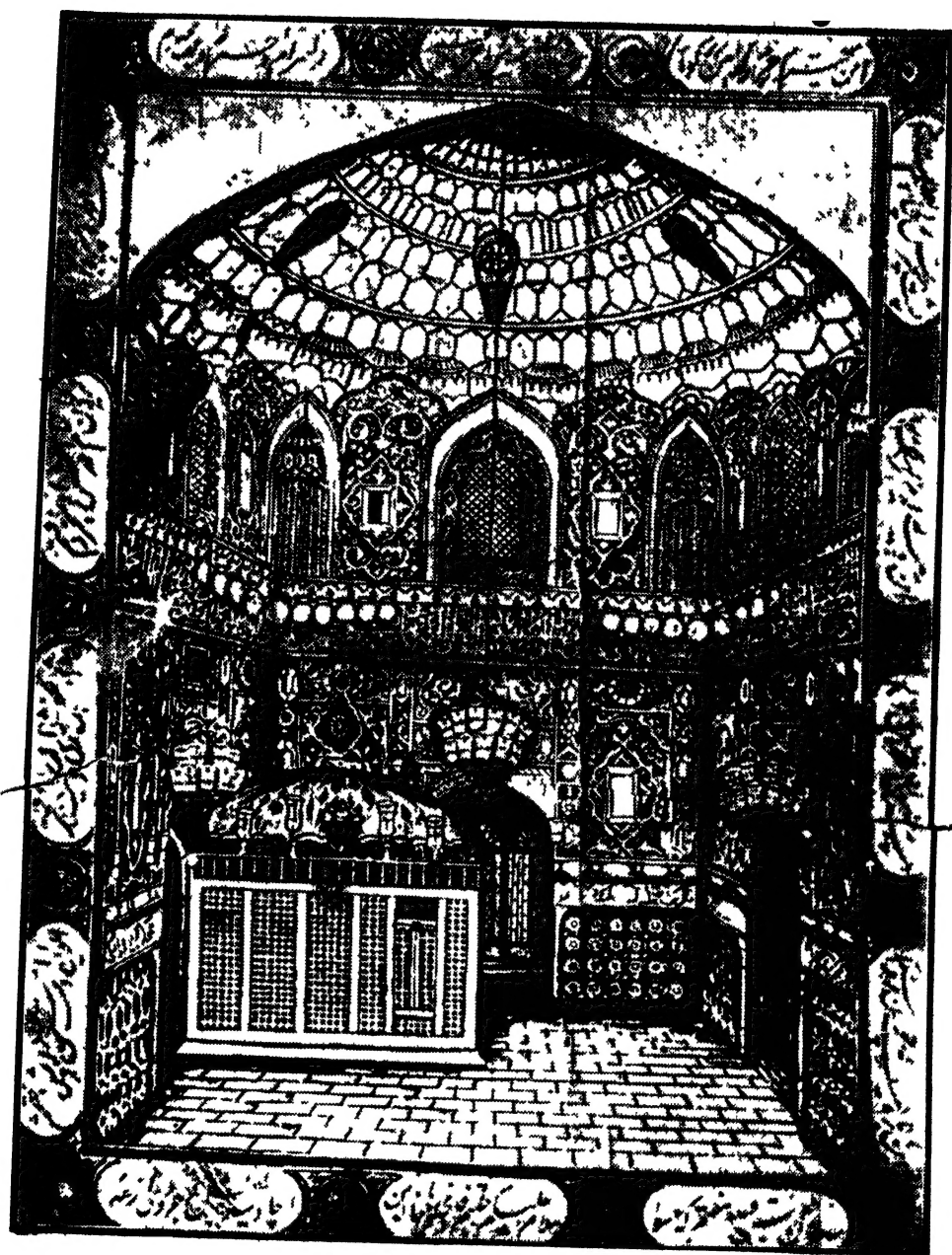


عدس ان دلی عالمہ السلام

(اب کی روز عاشور نجد کی سہاڑوں کو پورے دھڑو دھڑو ہو جائیں گے۔)



امام حسین علیہ السلام



سرداب مشهد مقدس

تفہیم

نظارہ کاغذیں لکھنؤ

نظارہ

صفحہ	مضمون نگار	مضمون	صفحہ	مضمون نگار	مضمون
۲۳	ضیاء عظیم آبادی	مولائے کاغذات	۱	فضل مدیر نظارہ کے قلم سے	عباس کا تعارف
۴۵	مولانا سید عظیم حسین صاحب	عسبہ وفا	۲	"	فہرست مضامین
۴۷	جناب ابوالحسن صاحب ناٹک	سلام	۳	دعبل مہند حضرت ذاکر لکھنوی	نوحہ
۴۸	حضرت بیباک مایلی	عاشورہ کی خیرات	۴	فضل	یادگار عباس بن برکوبکر نکلا؟
۵۵	مولانا سید محمد باقر صاحب	سلام	۵	"	انسان کو حسین نے انسان کر دیا
۵۷	مولانا غالب قصبہ صاحب	کیا عباس امام ہوتے؟	۹	حضرت بہار لکھنوی	پانچ پیغامات
۵۸	حکیم سید محمد عیسیٰ صاحب	علی داری کی اہمیت	۱۰	جناب سفیر ندیلوی	محبت کی حقیقت
۶۸	سید فراز حسین صاحب خیر	باوقاف ہو	۱۲	مولانا ابوالحسن صاحب قبلہ	شجاعت
۶۹	مولانا محمد مجتبیٰ صاحب	غلام محبت وار کا قاف	۱۷	حضرت حدیث اجتہادی	وفائے عباس
۷۲	جناب امیر بلگرامی	سلام	۲۳	حضرت آخسر لکھنوی	نظم
۷۳	جناب خیر لکھنوی	حرب زیدریاچی	۲۵	چودھری سید نظیر الحسن صاحب	امام حسین کی مصیبت کا مقابلہ
۸۲	جناب لاٹ ڈھما صاحب	خدا پر حسین	.	.	مصائب عالم سے
۸۳	جناب سید ہمای صاحب	اے حسین	۲۶	پرنس محمد عباس صاحب صفوی	کر بلا کی دفاعی جنگ
۸۵	جناب سیدنا محمد افسر صاحب	جہاد بانفس	۳۰	نہامن نقوی	بنی ہاشم کا چاند
۸۷	مولانا ابوالحسن صاحب قبلہ	نوحہ	۳۴	عزیز اختر صاحب کوہاٹی	سرود غم دوام
۸۸	جناب شوکت مادی	میر سلام لے جا	۳۷	مولانا قائم مہدی صاحب	عباس کی یادگار وفائیں
۹۹	...	شہتہات	۴۰	ناطق بدایونی	ترانہ شجاعت
۹۹	...	تصادیر	۴۱	سید مرتضیٰ حسین صاحب	اسلام پر حسین کا احسان

ابن کی شاعری کے بعد نظائیں شرم مجرم کی تھیں مگر ان کی طرح جیوی رہے تھانہ نور

نوجوانی کہہ رہی کوئی بیگانہ نہیں

”انہیں فحشہ“ وبل ہند حضرت ذاکر لکھنوی اعلیٰ اللہ مقامہ

کا بہترین نوحہ

بوے فحشہ اکبر ٹرپ کہ ہم کو ترپانا نہیں
دل کی برہی نزع میں کھٹکے تو گھبرانا نہیں
ہیں تمہارے کچن دن اور ہماری موت کے
باپے پیری میں اپنی لاش اٹھوانا نہیں
ہجر میں بتیا بیاں میری تمہارا چھوٹنا
ہے بیان درد دل دنیا کا مہمانہ نہیں
پانی پیتے ہیں تو تم کر چلنے والے راہ کے،
باپ جب تک نہ لے کوثر یہ تم جانا نہیں
مصطفیٰ کے دیکھنے والو ادھر بھی دیکھ لو
نوجوانی کہہ رہی ہو کوئی بیگانہ نہیں
جتنی گھڑیاں زندگی کی ہوں غنیمت جانتا
اٹھنے والی نوجوانی کی مٹم کھانا نہیں
دوست کی بوقلمب دشمن سر کبھی آتی ہیں
جنگ میں برہی کا پھل سینے سے لپٹانا نہیں
زخم کھاتے رہیں ایسا دیکھ سکتی ہی نہیں
ماں جگر تھامے جد ہر ہوا اس طرف جانا نہیں
نزع والے ہی سمجھتے ہیں گول ٹوٹنا
یہ لہو کا جوش ہر زلفوں کا بل کھانا نہیں

- دیکھ لے ذاکر یہ بھی تو رہتے کو ترکا ہو

آفسو و سنیں جوش اگر آئے تو گھبرانا نہیں

تفصیل نظام لکھنؤ

جلد ۲۱ جنوری ۱۹۲۱ء یوم چہار شنبہ نمبر ۹

یادگار عباس بنبر کیوں کر نکلا؟

۱۱۔ (مولا کا معجزہ)

معجزہ میری حقیقت کی کھلیں دیکھ لیتی ہیں۔
یہ تو ظاہر ہی ہے کہ نظارہ کچھ آدمی حبیب خود نظارہ
کے لئے کافی کافی نہیں ہوتی تو کبھی خاص نمبر کو اس کی
میں کیے نکالا جاسکتا ہے اس لئے عباس کے چلنے والے
اس نمبر کی بدد کہتے ہیں۔ میرا دل ہی چاہتا ہے کہ ان
امداد کرنے والوں کے نام یا میں کھجوں یا خود عباس
کو معلوم ہوں نور نہ محبت کا انہماق و عقیدت کیلئے مفید ہوگا

اس نمبر کی ہر سال ایک وقف کی جانب سے
سالانہ امداد ہوتی تھی مگر سال گذشتہ امداد
رقم کا دو تہائی حصہ وضع کر دیا گیا۔ اس امداد بند کر دینے
کا نتیجہ کیا ہوا یہ ہم سے نہ پوچھئے بلکہ ان متولی صاحب
سے دریافت فرمائیے جن کے سببی رشتہ دار مستحقین کے

بعض لوگ توفیق القم، امداد جہان کی تالیف نہیں
اس لئے ان سے ہمارا روئے سخن نہیں البتہ جو حضرات جانتے
ہیں کہ حسین کی روحانیات اور ذات عالیہ ان کی عقل و ایم
سے بہت بلند ہیں اور شہداء کے بلا فت رانی حکم کے تحت
زندہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ عباس اور حسین جو چاہتے ہیں
کہتے ہیں آج بھی مقدمات کے فیصلوں سے عدالتیں طفر
ہو جاتی ہیں تو عباس کی روحانیت فیصلے کرتی ہے مرنوں
کو دربار عباس سے سزا ملتی ہے اور بخیطاؤں کو عباس کی رحم
یری کر دیتا ہے

میں جس خلوص و محبت سے یہ نمبر نکالتا ہوں سب کو
صوف بناب عباس ہی جانتے ہیں اور اسی خلوص کی وجہ
سے اس نمبر کی اشاعت کے موقع پر ہر سال کوئی نہ کوئی

میں صرف چوٹی اور دیگر اخراجات کا پوچھنا ہی بیکا رہے ہمارا سمجھ میں آج تک یہ مسئلہ نہ آیا کہ امدادوں کے بند ہو جانے اور گرانے کے بڑے جانے کے بعد اب کی یہ ممبر کیوں کر کھلا اس ممبر کو اکٹھا پڑتا ہے کہ یہ ابکی سال کا معجزہ ہے۔

معذرت!

ہم کو علی کے نور نظر حضرت عباس علیہ السلام کی بارگاہ میں اس کا اعتراف کرنا ہے کہ باوجود ہزار کوشش کے ہم حیا چاہتے تھے ولیم ممبر نہ نکل سکا۔ اور وقت پر ہمارے کی اجرت دوگنی ہو جانے کی وجہ سے اور بھی ہمت لپٹ ہو گئی اس لئے امید کہ جناب عباس علیہ السلام ادارہ فطارہ کے اس ناچیز پر یہ کو قبول فرما کر کارکنان فطارہ کو عزت بخشیں گے اور خامیوں کو نظر انداز فرمائیں گے۔

یادگار عباس ممبر کی قیمت کا مجبوراً اضافہ

فطارہ میں اس ممبر کی قیمت کا اعلان فی پرچہ آنے لیا گیا تھا لیکن عین وقت پر ہمارے کوئی اور کاغذ کی خرید قیمت کے بڑے جانے کی وجہ سے دو آنے فی پرچہ کا اضافہ کرنا پڑا یعنی اس ممبر کی قیمت بجائے پچھ آنے کے آٹھ آنے علاوہ محصول اکڑے ناظرین و بحث حضرات نوٹ فرمائیں

حضرت ام کوہ کی لکھنؤ تشریف آوری

رام پوری رعایا اور مومنین کی دعاؤں نے احمد علیہ السلام کو باب اجابت تک رسائی حاصل کی اور حضرت ہر پائیں رام پور دام اقبالہم و ملکہم مع اخیر محاذ جنگ سے ۶ ر جنوری کو واپس تشریف لے آئے۔ رعایا نے جس شان سے اعلیٰ حضرت کا استقبال کیا ہے شاید وہ رام پور کی تاریخ میں

گلے کاٹتے رہتے ہیں، ملت تو یہ ہے کہ سال گذشتہ رقم امداد یادگار عباس ممبر کے وضع کرنے کے ایک ممبر نے انگریزی طاقت نے ادنیٰ کی مدد بھی بند کر دی امداد تک بند ہے تو شاید اس وقت تک بند رہے گی جبکہ یادگار عباس ممبر کی مکمل مدد نہیں کی جائے گی۔ اب کی سال مجھ سے وعدہ کیا امداد کہ انشاء اللہ فطارہ کو سبھی مدد ہر سال دیجاتی تھی اوتنی ہی دی جائے گی مگر نتیجہ یہ نکلا کہ اب کی سال گذشتہ کی بھی نصف رہ گئی ہیں یہ مدد لینے کو تیار نہ تھا لیکن ایک قبلہ کو کعبہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تیرا وقت کی زیادتی ہے لیکن اگر تم نہ لوگ تو یہ تمہاری زیادتی ہوگی اور عباس پر یہ مظلوم کا ساتھ دیں کہ یہ وضع شدہ رقم بھی امداد کے انھی قرائدار کے کام آئی جن کا اخبار محض مستحق کا کھ کاٹنے کے لئے نکلتا ہے۔ مگر ہم اگر یہ سمجھ لیتے کہ شیعوں ممبر یا سرفراز محرم تبرک خدمت کی گئی تو کسی شکہ کی صورت نہ بنی کیونکہ جس طرح فطارہ خدمت دہی کو کھانے کی طرح یہ اخبارات ہیں نہ بھی خدمات میں منہمک ہیں مگر بیاں تو سال مستحقین کا نہیں بلکہ قرائداروں کا ہے۔ اگر چہ رسول کا حکم قرائداروں کی مدد کرنے کے متعلق ضرور روٹو ہے لیکن معاف کیجئے گا یہ نسبتی قرائداروں کیلئے جو سبھی قرابت داروں کے لئے نہیں۔

مختصر یہ فقہ سننے کے بعد اب یہ دیکھئے کہ کاغذوں پر گراں، سیاہی روز بروز کم ہوئی، اجرت کتابت کا اضافہ بھی مجبوراً قبول کرنا پڑا۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ سال گذشتہ اس ممبر کی جتنی کل رقم صرف ہوئی تھی وہ اب کی محض کاغذ

انسان کو حسینؑ انسان کر دیا

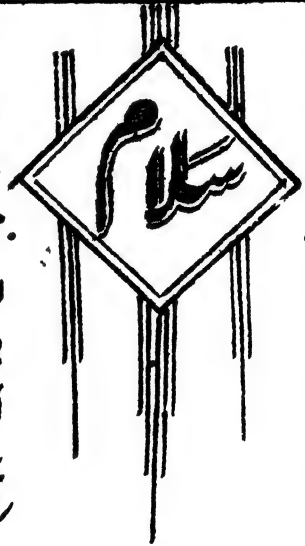
فضلِ مہِ نظائر کا ایک غیر مطبوعہ شہرِ لوحہ

افسانے کے اوج کا سامان کر دیا ہر اشکِ خوں کو لوح کا طوفان کر دیا
 دشوار راہ دیکھی تو آسان کر دیا قرآن کی لفظ لفظ کو قرآن کر دیا
 یوں جان دی کہ دہر چہاں کر دیا
 انسان کو حسینؑ نے انسان کر دیا
 جنگل کو جس غلہ کا ثنائی بنا دیا پیری کا نقش نقشِ جوانی بنا دیا
 دنیا کے ظلم و جور کو فانی بنا دیا پانی کو جس نے بھڑکے پانی بنا دیا
 دل جس کے پاس دیکھا مسلمان کر دیا
 انسان کو حسینؑ نے انسان کر دیا
 جس نے خیالِ زلیت کو عجز بنا دیا ہر دل کو ایک نقشِ محبت بنا دیا
 رنگِ شفق میں رنگِ حقیقت بنا دیا اپنی نظر کو مرکزِ وحدت بنا دیا
 دنیا کو قتل ہو کے پشیمان کر دیا
 انسان کو حسینؑ نے انسان کر دیا
 اک دل حسینؑ کا تھا بہتر کے ساتھ ساتھ قاسم کے ساتھ اور کبھی صہبہ کے ساتھ ساتھ
 فطرت نے جب کیا دل مضطر کھینچا ساتھ کچھ دور بڑھ گئے علی اکبر کے ساتھ ساتھ
 داغِ پسر کو قلب کا لہر مان کر دیا
 انسان کو حسینؑ نے انسان کر دیا

دور وفا کی حد سے نکلتی رہی فرات پیاسوں سے دور راستہ چلتی رہی فرات
 رنگ فلک کی طرح بدلتی رہی فرات پیاسے رہے حسین البتی رہی فرات
 پانی کوشہ نے نفس پہ قربان کر دیا
 انسان کو حسین نے انسان کر دیا
 بربادیوں کا ماز تھا نور سحر نہ تھا وہ رنگ کون سا تھا جو مش نظر نہ تھا
 لے فضل ضطراب کا پہلو مگر نہ تھا اکبر کی یادگار تھا زخم جگر نہ تھا

ظلم و جفا کو صبر سے بیجا کر دیا
 انسان کو حسین نے انسان کر دیا

ہے ولاکس کی ولایت ابن حیدر کا جواب
 سر بکارتا ہوا بطل کا ہمیشہ پیش حق
 ذوالفقار حیدری پر تھا جبر سے کس قدر
 منتشر تھی ایک ہی ساری میں فوج ابن
 اللہ اللہ غلام شاہدیں کا قرب
 و مصائب کا ہجوم اور سپہ شکر اللہ رکھبر
 آج تک کے دلع بنگر مہنوں کے قلب میں
 پہلے ماری تھا ہر ایت پائے نوری ہو گیا
 کر بلا میں شہت پر اصغر تشہ وھن
 جگر مکن ہی نہیں سبط امیر کا جواب
 اکثریت سے نہ تھا مکن بہتر کا جواب
 تھے اکیلے حضرت شیر شکر کا جواب
 کون دیکھتا تھا عباسؑ لاؤ کا جواب
 ہو نہیں سکتا ہو سکتا ہی قنبر کا جواب
 غم نہیں کوئی غم سجاد مضطر کا جواب
 حرا کا تیر اور معصوم صہر کا جواب
 کوئی بھی نہ تھمت نہیں حرم کے مقد کا جواب
 بن گئے ہیں راکب دوش سپہر کا جواب



زار شہیر جوں فضل مجھے اس کا ہو ظفر
 ہے بھی دنیا میں کہیں میرے مقد کا جواب

از جناب سید فضل حسین صاحب
 فضل الرضوی لکھنوی

پانچ پیغمبر مات



محبت کی حقیقت

== (از جناب سید نواب علی صاحب سعید ندوی) ==

دیکھئے سارے زمانہ کو محبت کا بق
عشق کی تصویر کا منظر عباس ہیں

دنیا کو بتایا کرتے ہیں۔ درحقیقت محبت ایک ایسی انسانی صفت ہے جس کی ہر شخص کو ضرور ہے زندگی کا دار مدار محبت پر ہے جب روح اور جسم میں محبت نہیں رہتی تو موت آجاتی ہے اور انسان فنا ہو جاتا ہے لہذا ہر شخص کو اپنی بقا کیلئے درس محبت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کامل درس سرزمین کر بلا پر ملیگا جو سب سے دسویں ماہ محرم کو دیا گیا۔

۲۔ محرم کو سالکان راہِ رضا و مانتقانِ خدا کا ایک قافلہ صحرائے کر بلا میں پھونچا۔ جہاں انسانی راحت کا کوئی سامان نہ تھا موسم گرا، زمین ریتی، سایہ لاپتہ، یہ تمام چیزیں باعث تکلیف تھیں۔ لیکن ایک دریا کا بہتا ہوا پانی ضرور تکیں بخش تھا۔ ایسی منزل کے مسافروں کے لئے سب سے بڑی نعمت پاؤں تھی جو ان پر نازل کر دیا گیا۔ پیروں کے نیچے جلتی ریت۔ سر پر آفتاب کی نیش ریتان میں گرم ہونے کے جھوکے میں، آتھنے دشمنوں میں گھر کر ایک ایک بوند پانی کو ترسنا جبکہ دریا نظروں کے سامنے موجزن ہو۔ جا نوزان صحرائی بیروں پر ہو رہے ہوں کوئی معمولی بات نہیں۔

دنیا میں انسان کے اخلاقی صفات میں محبت بھی ایک صفت ہے جس سے سب ممتاز و درجہ عشق کہلاتا ہے۔ عشق محبت میں کمال کی انتہا ہے عشق بڑی قابل قدر چیز ہے۔ عشاق کے حالات دیکھ کر اہل عالم نے عاشق کی دو قسمیں ہیں ایک مجذوب کے، دوسرا سالک، مجذوب وہ عاشق کہنا جاتا ہے جو محبت کی کسی منزل پر پہنچ کر قوت عقلیہ سے محروم ہو گیا جو ادراپنے ہوش و حواس میں نہ رہے، اور سالک وہ ہے جو قوت عقلیہ سے کام لے اور منزل عشق میں باہوش و حواس رہے عقل سلیم عاشق کی پہلی قسم مجذوب کو ناقص سمجھتی تھی اور اس حالت کو ایک جسمانی مرض تصور کرتی ہے جس میں بلا دعویٰ عشق بعض لوگ مبتلا نظر آتے ہیں ایسا شخص جو محبوب کی منشا کا احساس نہ کر سکے۔ اور کو عاشق بتانا عشق کی تو یہی ہے عاشق کی دوسری قسم سالک ہے درحقیقت یہی ایک قسم عاشق کی ہے جس میں قوت عقلیہ موجود ہو اور باہوش و حواس ہو اور محبت کی منزل میں عاشق کا دل کسی قوت یا اثر سے مغلوب نہ ہو تو عشق و محبت کے بے شمار فائدے فرضی یا اصلی دنیا میں مشہور ہیں اور شعرا کی شاعرانہ جماعت عشق کے ناممکن المعنی اور خلافتِ فطرۃ انداز لے دن

اس کے بعد کیا ہوا۔ ایک شخص نے دور سے تاک کر ایک لیا
تیمارا جو منگیزہ پر پڑا اور سنیہ عباس میں پوسٹ ہو گیا۔ شک
کا پانی اور عباس کا خون دونوں ملکر زمین پر بہے۔ جناب علی
بھی وہیں پر دک گئے اور گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور اپنی
ٹکا ہوں سے دل کی تمنا دیکھنے لگے جس کا خون ہو چکا تھا۔
اسی حالت میں ایک ظالم نے گزرا ملا جس سے سر مبارک
شق ہو گیا۔ آنکھیں بھی خون سے بند ہو گئیں۔ بھائی کو آواز
دی حسین اپنے بھائی کا سر زانو پر رکھ لیا آنکھوں سے خون نسا
کیا عباس نے حسین کو نگاہ پھیر کر دیکھا اور عرض کیا کہ میری لاش
خیمہ پر نہ لے جائیے گا میں سیکندہ سے شرمندہ ہوں اس کے بعد
روح جسم سے پرواز کر گئی۔

پر ہے محبت کا مسلک اور شق کی کامی تصویر جس میں
خدا حسی، دوسرے کی تکلیف کا احساس، رحم و کرم، صبر و
ستقلال، وفاداری، تمام چیزیں بیک وقت کامل نظر آتی
ہیں اور عاشق کی قوت عقلیہ میں آخر دم تک فرق نہیں
اور کوئی اثر یا خوف محبت کی راہ کو روک نہیں سکتا۔ جناب
عباس نے راہ محبت میں دونوں ہاتھ کٹوائے اور وہیں چھوڑے
لیکن منگیزہ کو بچا یا اور دانتوں سے دیا۔ لیکن جب پیکان
تیرے منگیزہ کا پانی بہا یا گیا تو عباس کا خون بھی اس پانی
میں شامل ہو گیا خون پانی کو دینے کی مثل دنیا میں مشہور ہے
جن کی حقیقی مثال زمین کر بلا پر ملے گی۔ اور ذرات خالص کی
گواہی دیں گے۔ خون تمنا کا محاورہ جو مشہور ہے اس کی حقیقی
تصویر بھی یہی واقعہ ہے۔

اور یہ سخت ترین مصیبتیں موت اتنی بات پر کہ باطل کو حق مان لو
لیکن سالکان راہ حق اس سے مرعوب اور مغلوب نہ ہوئے
تین دن یوں گزرنے لگے، یوں تو سب ہی بیتاب تھے۔ لیکن کچھ
چھوٹے بچوں کی تسکینی دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اس عاشقان خدا حسین
قافلہ کے علیبر دار قرنی ہاشم جناب عباس حسین کے بھائی تھے
جو اتنے بڑے شجاع تھے کہ حسین نے ان کو دشمنوں سے اذن جنگ
نہیں دیا۔ اسوجہ سے کہ یہ ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے لیکن
جب حسین کی چھوٹی بچی سیکندہ نے صدائے عطش بلند کی تو چچا سے
بھتیجی کا ترپنا دیکھا نہ گیا۔ منگیزہ کے کرہر سے پانی لانے کی اجازت
حاصل کی اور تنہا گھاٹ پر پہنچ گئے۔ سکڑے گھاٹ کے محافظ
تھے لیکن کوئی جناب عباس کو روک نہ سکا۔ گھوڑا وہاں میں ڈال دیا
شک خیر اور خود اپنا منہ پانی سے پھیر لیا باور ہوا نے بھی
پانی میں منہ نہیں ڈالا۔ جناب عباس منگیزہ لیکر خیام الحرم
کی جانب پلٹے جہاں چھوٹے چھوٹے بچے منہ پھیلانے ہوئے پانی
کے منتظر تھے۔

عاشق کے ہوش و حواس

گھاٹ سے تھوڑی دور جانے کے بعد ایک نابکار دشمن
نے پچھلے سے تلوار لگائی جس سے عباس کا ایک بازو کٹ کر
زمین پر گر گیا۔ عباس نے منگیزہ کو دوسرے ہاتھ سے تھام لیا
اور کٹا ہوا ہاتھ وہیں چھوڑا اور جسم کی طرف چلے۔ تھوڑی دور پر
پھر ایک شقی نے دوسرا بازو ہی قلم کر دیا۔ جناب عباس نے فوراً
شک کا تسما اپنے ماتوں سے تھام لیا۔ اور دوسرا ہاتھ بھی یہاں
چھوڑا اور خیمہ کی طرف بڑھے۔ ہوش و حواس میں مطلق فرق نہ آیا
دونوں ہاتھ کٹ جانے پر بھی پیاسوں کی امانت نہ چھوڑی،

شجاعت

راز خیاب لا نامید بزمین صاحب قیامت

شجاعت ایسی بہترین صفت اور بلند پایہ کمال ہے جو انسان کو مرکز محبت بنا دیا کرتی ہے اس شمع کے روشن ہوتے ہی قلوب عالم پروان وار طواف کرتے ہیں گویا وہ شجاعت سے مصطف ہوتے ہی انسان کی محبت پہنچتا ہو بچے جوان، بوڑھے، مرد و عورت سب کے دل شجاعت کا دہنی موہ لیتا ہے فیروں کو دیکھتے تو وہ بھی جلد سے قدموں کے نیچے آنکھیں کھاتے ہیں سلاطین اور پادشاہوں کے درباروں میں نظر کیجئے تو وہاں بھی سینے میں ہلہول رکھنے والا کرسی عزت و مسند عزت پر جلوہ گرفتار آتا ہے اشراری شجاعت کی جاوید بیت کہ اصناف ان کے لفظانی میں سے کوئی صنف ایسی نہیں ہے جو آستانہ شجاعت پر جس میں سبائی کوئی نظر نہ آئے آخر اس کی کوئی وجہ اور کوئی سبب بھی ہے یا نہیں کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہو گا کیونکہ دنیا عالم اسباب ہے ہر شے کے لئے اسباب و اسباب ہیں اختلاص ہے کہ عالم امکان کے حوض وجود میں جلوہ آدائی کا بھی سبب ہے اگر سبب جو عالم امکان نہ ہوتا تو پر وہ عدم پر اترتا اور کوئی چیز جلوہ گاہ وجود کا نہ ہوتی اغرض جب ہر شے کے وجود و نظیر کو سبب حلق سے تو آئیے فراہم جستجو کریں کہ جو شخص شجاعت

شجاعت ہو تو قلعہ و سکون سے تخت ثبات عقل پر مبنی افروز ہوتا ہے لوگوں کا محبت میں ایسی کا کوئی سبب ہے اور کوئی سبب، جہاں شخص قبیح اعلیٰ سولہ یا قرآن کی تفسیر سے ایسے جہاں کہیں ختم ہو گئیں فرنگ و نظر خیراں ہو جائے گی قرآن و حدیث کے مطالعہ سے دین چل و حرکت ہو گیا شغلب ظفا ایڈ گئی جلوہ نقص و سائنس آگیا لیکن بجایا ہوا شجاعت سے نکلتا چلوں حدیث میں ہے کہ شجاعت کے حق میں بدعا نہ کرو کیونکہ جلوہ انفاق و سبقت اپنے خدا کی بدعا قتل و بچہ و غیرہ کرتا ہے جب آدمی کو سزا کا نثار میں فراہم کی جاتی ہے تو وہاں شجاعت کو جگہ ملے گی پوری ہوئی سے بدعا بدعا اس خفاک عالم میں خفا کے خلیفہ بن کر تاسے یعنی جو کہ خفا کا عالم ہے بعد کو اعتقاد ہو جاتا ہے اس لئے خلاق عالم کی محبت لوگوں کے دل میں ڈالتا ہے اس حدیث کے مطالعہ کوئی نہ حدیث یا آیت قرآن کے مطالعہ کی احتیاج نہیں ہے بلکہ شجاعت اس قدر اشد تا کہ خود ہی سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید کی آیتیں ہی بدعت کے خلاف ہیں شمول میں کہیں پر بدعا و بدعت کے خلاف قرآن و حدیث میں ہر ایک میں تعلیم و تہذیب

یادگار عباس نمبر

میدان جنگ کے بھرکتے ہوئے شلوخیں بھاڑ پڑتے تھے اور جس مقام پر دشمن کا لشکر سمندر کی طرح موجیں مارتا ہوتا تھا سخت بجلی وہیں تلوار گھیسٹا کو ڈوب جاتے تھے اور لشکر کے گہرے پانی کو آبِ ذوالفقار سے کاٹ کر صاف ستھرے نکل آتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کی اس بلند می سمیت و یگانہ روزگار شجاعت کو دیکھ کر ہوا خواہ تعجب کرتے تھے اور آپ سے عرض کرتے تھے کہ امیر آپ کی شجاعت اور جرات سے ہم کو سخت تعجب و شہادت آپ اپنی ذات کی جو گوہر نفیس ہے حفاظت فرمائیے حضرت علیہ السلام اُن سے جواب میں ارشاد فرماتے تھے کہ اگر موت پہنچے تو ڈرنا بے فائدہ نہیں ہے اور حکمِ غوثِ وفا دیوانِ تقاسم سے نہیں ہلے تو مجھے میری جرات نقصان رسا نہیں ہے حقیقت کے چہرہ پر روز سے نقاب کشائی کرنے والے ہاتھ اور مجاہدانہ کے عمیق سمندر میں خواصی کیڑے کو سرحقاقی حکمانے والے فوہران حضرت علی کے اس جواب کو حضرت انتہائی شجاعت اور کمالِ علم کا آئینہ تھیں سمجھتے ہیں بکا کہ اس جواب کو ان سخانی و درباری شجاعوں کا پر تو سمجھتے ہیں جن شجاعوں کو معرفتِ الہی کے آخری رتبہ پر بلند ہونے کے بعد انان اپنے دل میں جذب کر کے اس ذبردست توکل و اعتماد کو عملی طریقہ سے ظاہر کرنے پر قدرت حاصل کر سکتا ہے دیکھو قرآن مجید بھی یہی سبق دیتا ہے کہ موت سے بھاگنا جہاد سے نمودارِ ناعبت ہے۔ موت آگئی تو کہیں زندگی نہیں موت نہیں تو کہیں مرنا محال ہے (اینا نکو فوائد سرکار الموت) حقیقت یہ ہے کہ اگر اسباب اور رستم نال کی شجاعت کے کارنامے دیکھے مگر شجاعت کی حد انکھوں کے سامنے رہی بہادر کے خطوط ملتے جلتے چلے گئے کوئی اچنبھا نہوا۔ مگر علی نے اچھے

دست کرنا بھی محبت والی تھی دلیلیں سے ملکیں دلیل اجمالی پر اور ماضی نہیں چرتا کہ ہمارے کو محمد سے محبت ہے لہذا خداوند عالم نے ہر احسان و فرمایا کہ انہ اللہ حبیب الشجاع۔ خدا ہمارے کو دوست رکھتا ہے اور بعض دوسری حدیثوں میں امتداد دے کر یہ یاد دہی کہ ولولہ نہیں ہائے یعنی خداوند عالم ہر شجاع کو دوست رکھتا ہے اگرچہ وہ شخص ایک سانپ کے مارے میں بھی دے کہ وہ بھلاصل بہادر ہی اور شجاعت کو علی، اخلاق و صفات کی عظیم المرتبت صفت سے بھی محض و بہتر بنایا ہے کیونکہ نہایت انھیں اپنی پونجی اور گارہی کمانی نیم سے خدا کی راہ میں شہادت کیلئے ہیں اور شجاعت احوال و نفوس و دوزں کو خدا کی راہ میں لٹا دینا کا نام ہے لہذا شجاعت و شجاعت سے مرتبہ میں ایک ہے لہذا وہ ہے۔ شجاعت کے اکثر مرتبہ عالم امکان کی زینت ہیں اور سببِ نازش و افتخار انسانیت میں مگر شجاعت کے جن جوہر سے بنی ہوشم کے ہاتھوں نے بازارِ عالم کو سجایا ہے وہیے ہاتھ اور انمول جواہرِ طوفان کے خزانوں کو بھی نصیب نہیں ہیں، بنی ہوشم کی شجاعت کے سامنے بہادری کی گردنیں جھک جاتی ہیں اور ان کی بہادری کے کارناموں کے سامنے دنیا کی بے ادبی بھول جاتا ہے انسانہ ہوجاتی ہے ایک، خاندانِ حمید ایک بہادر ہوتا ہے تو دنیا اس سے کھینچ رہتی ہے چھو جائے کہ جس کے سبب شجاعت میں کھینچا نہ ہو مگر اور شیرانِ غیبتان حربہ خوب چون لیکن پھر بھی عبدالمطلب کی اولاد تمام بنی ہوشم میں بلکہ شجاعت بھی ممتاز ہے پھر بھی علی مخصوص غالب علی کا ہے حیراننا و متعنا و سیدنا امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب سے بوجہ اتم و مکمل صفت و شجاعت کا ظہور ہوا حضرت علیہ السلام

شجاعت کے سیلاب بہاؤ سے کہ اپنی شجاعت کے حدود نہ رہے،
اور شجاعت نامہ پیداکنار ہو گئی۔ انفراسیاب نے بھی بہاؤ کا رسمیت
مقرر نہیں کی ہے اور کئی شجاعت انگیز الفاظ و کلمات نظر سے گذرے
ہیں مگر وہ زود اثر نہیں جسے تن مردہ میں روح دوڑ جائے اور بہاؤ
اپنے سپاہیوں سے کہتا ہو کہ مر نیکو لاچی لگا ہوں سے دیکھو گے
فوز زندگی زیادہ ہوگی مرنے پر آمادہ رہو گے تو سرمایہ عزت و ملت
ہاتھ آئے لگا ہاں ہاں ان کلمات میں تاثیر ہے بہاؤ کا زور
بھردینے والی غفلتیں ہیں مگر روح بھوکنے والی نہیں ہیں ایسے
کلمات اگر دیکھنا ہیں تو چہرہ ہاں تک رسائی ضروری جس نے
دنیا کی شجاعت کی شاہی کی ہے اور جس کے قدموں پر بہاؤ کی ٹپتی
تھی علی میدانِ نبرد جو ہر شجاعت دکھا کر اپنے لشکر میں واپس ہو
ہیں اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ لے امیر اس قدر مہین کرتا پینڈوئے
جنگ کے شعلوں میں دگھس جایا کیجئے آپ فرماتے ہیں علی کو
جوش شجاعت میں اس کی پرواہ نہیں کہ وہ خود موت پر گر پڑے
یا موت اسپر ٹوٹ پڑے۔ قسم بخدا علی تو موت سے یوں کھیلتا
ہے جیسے طفلِ پستان اور سے کھیلتا ہے دوسرے موقع پر ارشاد
فرماتے ہیں علی کے سر پر اکھڑا تلوار میں پڑنا بہتر ہے پڑنے کے مرنے سے
آسان ہیں۔

مگ در چشم برک خوار بود
ادب شجاعت ہر گوار بود،
ہر کر جاں را عزیز مبدار د
باجہ اندر لیش کہ کار بود،

اس میں شک نہیں کہ مال اور جان کا راہ خدا میں نذر
کردن شجاعت ہے مگر علی کے نزدیک یہ شجاعت، ناقص شجاعت

تھی علی کی یکماد اور حقیقت میں لنگاہوں سے شجاعت کے اوس
جز کو بھی بڑی تیزی سے دیکھ لیا جن کو ظاہری لنگاہیں دیکھنے کو
عاجز تھیں علی نے گویا کہا کہ اسی شجاعت کے شیدا یوں شجاعت
اپنی انتہائی بلندی پر اوس وقت تک نہ پہنچے گی جب تک کہ
اولاد کو بھی نذر راہ خدا نہ کیا جائے چنانچہ اس مقصد کی بلند
آہنگی کو نظر میں رکھتے ہوئے علی کے ایسے عملی انسان نے عقل
کو جو انساب عرب سے خوب واقف تھے منتخب فرمایا اور ارشاد
کیا کہ لے عقل میرا قصد یہ ہے کہ میں کسی بہادر خاندان میں عقد
کروں جس سے ایک بہادر لڑکا پیدا ہو اور وہ یوم عاشور
کربلا میں حسین کی نفرت کرے۔

صبح عاشور

یہی واقعہ جو ادب پر لکھا گیا ہے زہیر قہنی نے بایں الفاظ
کربلا میں صبح عاشور کو جناب ابوالفضل العباس علیہ السلام بیان
کیا کہ لے عباس حضرت علی نے آپ کو اسی دن کیلئے ذخیرہ فرمایا
تھا آج اپنے بھائی کی نفرت میں کسی نہ کیجئے گا بس ہاشمی و
علوی کی رگوں میں خونِ حیدری جوش کھا گیا اور بہاؤ
شان شوکت سے ایسی قیامت خیز انگڑائی لی کہ رکابوں کے
تسمے ٹوٹ گئے فرمایا کہ زہیر تم مجھ کو جوش شجاعت دلاتے ہو
تو سہی آج میں ایسی جنگ کروں کہ تم نے آنکھ سے بھی نہ دیکھی ہو
لڑنا کیسا حقیقت یہ ہے کہ علی کے جوان شیر نے ایسی قیامت
انگن جنگ کی اگر زہیر زندہ رہے اور شہید نہ ہو چکے ہوتے
تو انگشت بدنداں ہو جاتے زہیر تو نہ رہے مگر اہل تاریخ،
اور جنگ کی سختی سے واقف کار آج تک عباس کی شجاعت
سے تعجب اور محو حیرت ہیں جس دلیل انصاف کی تڑپ ہو

ہمارے بنی۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ اور اوس کا مقصد قیمتِ جہنم چھو پیسے
آپامیر بخش لکھنؤ

مار لوار ممکن ہے کہ فوج نے سمجھ لیا ہو کہ عباس کو موت خیمہ تک
 خشک پہنچانا ہے اور جنگ کا ارادہ نہیں ہے اس لئے تمام
 بھاگی ہوئی فوج سمٹ آئی بلکہ وہ چند ہو کر فوج آئی اور
 علمدار لشکر حسین کو گھیرے میں لے لیا۔

حضرت عباس نے بھی تلوار گھسیٹ لی اور خشک سکینہ
 پہنچانے کے لئے خیمہ تک راہ پیدا کرنے کی کوشش شروع
 کر دی حضرت عباس کی تمام تر توجہ خشک سکینہ ہی پر مبدل
 رہی اور یہی جدوجہد رہی کہ بھڑک پٹا کر مجمع کو بھاڑ کر
 خیمہ تک پہنچ جاؤں جان کے دشمنوں کو کمین گاہ میں نیکا
 اسی وجہ سے موقع مل گیا کہ عباس حقیقتہً جنگ کی جانب
 متوجہ نہ تھے جب دشمن کمین گاہ میں آگیا اور ہاتھ پر دار
 پڑ چکا تو اب تو کوئی موقع جنگ کرنے کا رہا ہی نہ تھا، لہذا
 علمدار حسینی نے اپنی کوشش میں کوئی کمی نہ بلکہ اور زیادتی
 کر دی اور جنگ کرنے کو گویا پس پشت ڈال دیا بس پانی
 پہنچانا ہی ہاتھ شانے سے جدا ہونے کے بعد مقصد قرار دیا
 مجاہد کا داہنا ہاتھ کٹ جانا دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر ہو جانا
 ہے مگر واہ ری عباس کی بہادری کے بائیں ہاتھ سے بھی تلوار
 وہی جو ہر شجاعت دکھائے لیکن چونکہ عباس کے دل کی توجہ خشک
 پر تھی دشمن کو اس ہاتھ کے بھی قطع کر نیکا موقع مل گیا جب دو ہاتھ
 عباس کے قطع ہو گئے تو اب تو کوئی ابھن باقی ہی نہ رہی تھی
 سوائے اس کے کہ خشک سکینہ خیمہ تک پہنچ جائے مجاہد نے گھوڑے کو
 ایڑ پر اڑ دی سامنے ضعیف درہم و برہم ہو جائیں۔ گھوڑا آگے
 بڑا ضعیف ہوئیں مگر ساتھ ہی اس کے ایک تیر بھی خشک کے پار
 ہو گیا ہیں سے اس مقصد پر روشنی پڑتی ہے کہ حضرت عباس جنگ

اوس سے پوچھو کہ میدان جنگ میں جانے والوں کے لئے کتنے سامان
 آسائش و آرام ہوتے ہیں عباس کے لئے کیا سہولت تھی کہ بلا
 کی کہانی پڑ ہو تین دن کی پیاس دوستوں کے مرنے کا غم بھانج
 بھتیجے کی جدائی سے جگر زخمی بھائیوں کے مرنے سے دل بھار
 سیدائیوں کی پریشانی کا صدمہ بچوں کی پیاس سے تکلیف اعدا
 کے طعنوں کا غم آقا کی بسکی کا الم اور اگر یہ بھی بات مان لیا
 کہ ایک فرزند بھی عباس نے اپنے سید و آقا پر فدا کیا تو بیٹے کے
 مرنے کا داغ بھی دل پر لئے ہوئے دن بھر کی دھوپ سے اور پیاس
 بڑھتی ہوئی اور اگر جناب علی اکبر کا حضرت عباس سے قبل خیمہ بنا
 اختیار کیا جائے تو پھر مجاہدین میں حضرت عباس علیہ السلام کی
 ذات اقدس پیاس کی تکلیف برداشت کرنے میں سب سے زیادہ
 اور امام حسین علیہ السلام سے کم ثابت ہوگی مگر جب یہ شیریں
 شجاعت اپنی پیاری بھتیجی حسین کی لاٹولی بیٹی کیلئے نمروات سے
 پانی لینے جاتا ہے تو ایک ہی حملہ میں چار ہزار سوراؤں کو
 جو آب و غذا سے سیر ہوئے ہیں جن کے دل خوش و خرم تھے ہیں،
 مار کر بھگا دیتا ہے شیر اسحق نہایت اطمینان کے لمحوں میں
 بھتیجی کی خشک بھی بھرتا ہے اور پانی کو چلو میں لیکر وفاداری
 پر قربان کر کے پھینک ہی دیتا ہے حسین اور ان کے بچوں کی طرح
 علی کا شیر پیاسا خشک بھر کے نکلتا ہے اب بھاگی ہوئی فوجوں
 کو ہوش آتا ہے یا کسی تدبیر سے ان کو مردان لشکر گھر کو مقابلہ
 کیلئے لاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس مدد سے تمام فوج نے ملکر محاصرہ
 میں علی کے بہادر کو لے لیا ہو اگر یہ پانی سے سیراب ہو گیا تو پھر
 اس کے پنجہ سے نجات نہیں ہے۔ لہذا خشک خیمہ تک پہنچنے
 سے پہلے ہی قسمت کا فیصلہ کر لو۔ اور پیاس شیر کو تارا لگا

لاش خیمہ میں لے جائے گا اس لئے کہ سکینہ سے محمد کو خرم آتی ہو
میں پانی چلنے کا وعدہ کر آیا تھا اور پانی نہ پہنچا جس کا کہ
یہ کہتے تھے عباس کی روح مقدس جانب گلشن حنت پرہیز آگئی
اور امام حسن نے فرمایا کہ بھائی تمہارے مرنے سے چادری کر
ٹوٹ گئی اور طہ تدبیر مرد و دھڑ گئی۔

~~~~~

نہیں کر رہے تھے بلکہ صرف پانی لے جانے کی کوشش فرما رہے تھے  
اور وہ اس طرح کہ پانی کا بہنا تھا کہ عباس نے بھی گھوڑے کو ایڑ  
نہیں دی اس کے بعد کیا ہوا۔ مقامات لکھتے ہیں کہ عموماً اپنی سے سر  
شق ہوا اور گھوڑے سے گیسے حسین کو آواز دی ۱۰ امام حسین آئے  
وصیت جو کراوی سے بھی اس امر پر روشنی پڑتی ہے عباس کو شک پہنچا  
کی طرف زیادہ تر انتہات تھا حضرت عباس لے وصیت کی آقا میری

# کربلا کی طرف

(فضل مدیر نظارت کے قلم سے)

ہے ایک راہ اگر جاؤ کھیر یا کی طرف  
چلو حسین کی جانب چلو خدا کی طرف

برکھ اس طرح سچ کیا ہو جلوہ وحدت  
نہ ہوتا کعبہ تو سر تھکتے کربلا کی طرف،

اسلام کا پھل

(از حضرت اختر لغمانی)

وہ شاہ دیں وہ سرچشمہ جمال حسین  
وہ نورین علی غافلہ کلال حسین،

حسین، باعث دیں کا ہے مال حسین  
ہمارے پرچم ایمان کا ہلال حسین!

# وقایع عباسی

— میں —

— = عمل ہند جناب آخر لکھنوی کے لاجوابیہ کا شاعر = —

مرکے بھی بازوئے شہ سہرا بھائی کے رہا  
ساتھ ہی تابوت کے اب تک علم عباس کا  
(ارٹیس لاد بار حضرت ہر دہ اجتہادی ملت)

یہ جذبات اور ان کا طریقہ انھار موجود نہ ہوا ہاں یہ ضرور ہے کہ قوم  
نے اپنی اپنی افتاد طبعیت کی بنیاد پر کسی جذبہ کو زائد و بہتر برتا اور  
کسی جذبہ کو کم۔ عربی میں مرثیہ اور قصیدہ ترقی کئے ہوئے ہے  
کیونکہ ان میں فخر و شجاعت کے جذبات کی کثرت تھی۔ ان کے  
نتیجہ میں بہادری کی صفت اور بہادر کی صفت پرانہ علم  
کیا کرتے تھے فارسی میں مثنوی و غزل عروج پر ہے کیونکہ ان میں  
منظر کشی واقعہ نگاری اور عشقیہ جذبات کی کثرت تھی جس کے  
نتیجہ میں تھے کہانیاں اور محبت کی بایش زیادہ بیان کی ہیں اور  
اردو میں نامکمل حیثیت سے مثنوی و غزل پر مبنی سب موجود ہے کیونکہ  
جس طرح فارسی شاعری کی بنیاد عربی شاعری کے نقشہ پر رکھی گئی  
اسی طرح اردو شاعری کی بنیاد فارسی نقوش پر قائم ہوئی  
اور جس طرح فارسی شاعری اکثر اصناف سخن میں عربی کی تقلید  
اسی طرح اردو شاعری بھی اکثر اصناف میں فارسی کی پیروی ہے۔

دنیا میں ہر قوم کی ایک زبان ایسی ہی ہوتی ہے جو ہر نفس میں  
بول سکتا ہے زبان صرف ایک شخص ہوتا ہے جسے فطرت نے  
شاعر بنادیا ہو اس زبان کا نام ہے نظم اور وہیں زبان کو بول  
لیتا ہے وہ ایسے شخص سے زیادہ کامیاب رہتا ہے جو عام لوگوں  
کی زبان (انشر) میں بات کرے کیونکہ یہ زبان منہ کی زبان ہوتی ہے  
اور نظم دل کی زبان ہوتی ہے۔ دل سرگز ہے جذبات انسانی کا  
اور جذبات کے انھار کا موثر ذریعہ صرف نظم ہے اسلئے ہر قوم میں  
کچھ نہ کچھ لوگ اس زبان کے بولنے و لکھنے پیدا ہو جاتے ہیں جن کے  
جذبات مختلف ہوتے ہیں اسلئے ان جذبات کا طریقہ انھار بھی  
مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً قدرت و عمارت کے لئے مثنوی درجہ  
جذبات کے لئے قصیدہ عشقیہ جذبات کے غزل المیہ جذبات  
کے لئے ہر شہ۔

یہ تو ممکن نہیں کہ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں میں کسی نہ کسی طرح

فرق اتنا ہے کہ فارسی شاعری نے تو اپنی ہفت صد سالہ زندگی میں بہت سے نثری پذیر پلٹے کھائے جس کی بدولت مثنوی وغول ایسی دو بہترین صنفوں کی ایجاد بھی ہو گئی لیکن اردو شاعری کو دو سو سالہ زندگی میں سوائے فارسی کی تقلید کرنے کے کسی ایک نئی صنف کے اضافہ کی توفیق نہیں ہوئی۔

اردو شاعری کی سب سے بڑی کائنات یہ ہے کہ اس میں مرثیہ کی ترمیم کی گئی اور اس کا انداز کچھ ایسا انوکھا رکھا گیا کہ جس سے مرثیہ بالکل ایک نئی صورت بن گئی اسی ترمیم سے تسلیم کی ایک جدا گانہ شکل ہو گئی اور اس کی دوسری شاخ نے قوسہ "کاروپ بدل کے اپنی جگہ الگ بنائی۔

یہی ایک ایسا اقدام ہے جسے ایجاد و اختراع کا مرتبہ دیا جاسکتا ہے کیونکہ عربی فارسی میں مرثیہ سلام و قوسہ مستقل صنفیں تھیں اور جو مرثیہ تھا اس کی یہ ہیئت بھی نہ تھی فارسی میں بعض سلام اور قوسہ کے نئے واقعات کر بلا میں ایسے ہیں جو اپنے طرز کے لحاظ سے مکمل مرثیہ نہیں کہے جاسکتے پھر بھی انہیں مرثیہ ہی کی بگڑی ہوئی صورت کہنا چاہیے کیونکہ عیضاً ان کے اعتبار سے پست اور نظم کے لحاظ سے سست ہیں اسی وجہ سے نہ تو مقبول ہوئے اور نہ ان کو مستقل صنف کی حیثیت حاصل ہوئی۔

عربی کا مرثیہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے جسے عرب شعرا ہر اچھے مرتف و ملے کے لئے کہا کرتے تھے، فارسی میں مرثیہ کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی، مثنوی و مقبل وغیرہ نے جو مرثیہ کے وہ واقعات کر بلا تک محدود ہونے کے باوجود محدود و چند ہیں۔ اگرچہ یہ مرثیہ بہت دل سوز و مقبول ہیں کچھ بھی باعتبار صنف عربی مرثیوں کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکے۔

اردو مرثیہ کی ابتدا تو اسی مذہبی ڈھنگ سے ہوئی لیکن بظیفیل امام حسین علیہ السلام میر تقی میر مرحوم نے اس کی ایک ایسی داغ بیل ڈالی جس نے اردو کے مرتبہ کو عربی و فارسی مرثیہ سے ممتاز کر دیا۔ میر تقی میر نے مرثیہ کو نظم مسدس کی شکل میں اس طرح ترتیب دیا کہ ابتدا چہرے کی جس میں بہار یا طلوع سحر یا ختام ہجر وغیرہ سے مناسب حال تمہید اٹھا کر کسی خاص منظر کا سماں کھینچتے ہوئے اصل واقعہ کی طرف گریز اور وہیں سے جس شہید کر بلا کا حال بیان کرنا ہے اس کا اہل حرم سے رخصت اس کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر زندگاہ کی طرف روانہ ہونا اور گھوڑے کی تعریف پھر میدان جنگ میں آنا اور رجز رجز کے بعد مجاہد کا تلوار کھینچنا اور تلوار کی تعریف اس کے بعد فوج مخالف پر حملہ اور لڑائی پھر شہادت اور عورتوں کی گریہ و زاری یہ ایسی نئی ترتیب تھی جس پر میر تقی میر نے خود بھی فخر کیا ہے

دش میں کون تلویں کہوں یہ ورد ہے میرا  
اس رنگ کو جو جو کے شاگرد ہے میرا

یہ رنگ ایسا مقبول ہوا کہ کھنڈ بھر چھا یا انہیں شخص اسی رنگ میں ڈوب گیا بلکہ میر تقی میر اور مرزا دبیر تو ہر قسم کی شاعر کو چھوڑ کر صرف مرثیہ کہنے لگے، اسی زمانہ کے آخر میں ناک پاک لکھنؤ سے میر انیس ایسے قادر الکلام نے سر بلند کیا اور مرثیہ کے دامن کو اپنی ہمت و طبیعت کی طرح وسیع و بیکھ کے ہر قسم کے مضامین سے مالا مال کر دیا۔ تخیل فلسفہ اخلاق موعظہ محبت مناظر قدرت جذبات انسانی واقعہ نگاری وغیرہ میں سے کوئی نوع شاعری ایسی نہیں جو میر انیس کے مرثیہ میں پوری طرح ادا نہ ہو۔

فارسی شاعری کی طرح اردو شاعری میں بھی یہ کمی ہے کہ جذبات و احساسات کے وسیع عالم میں سے صرف ایک محبت کا جذبہ لیا گیا اور اسی کی رنگ برنگی کیفیت دکھائی گئی ہے لیکن اس محبت کا دائرہ بھی اتنا تنگ ہے کہ عشق و عاشقی سے آگے نہیں بڑھتا یہ میر انیس ہی کی قدرت بیان تھی کہ محبت حکیم فردوسی کی طرح اس کمی کو دپورا کیا فردوسی نے فارسی مثنوی کو مجموعہ شاعری بنا یا تو انیس نے اردو مرثیہ کو ان کے کلام میں ہر قسم کے جذبات و احساسات نہایت موثر طریقہ سے ادا ہوئے ہیں احباب کی محبت بچوں کا پیار بیاں بیوی کا اخلاص والدین کی شفقت بزرگوں کی مہربانی غمخوروں کی اطاعت اصحاب کا اخلاق امام کا وعظ مجاہدوں کا جوش بہادری مرنے کا دلور عزت نفس کی شان حق پرستی پراطمینان اہل حرم کی خدا پرستی غیرت و خودداری عاجزی کا انداز اسیری پر صبر اولاد کا ایثار سپاہ شام کی انسانیت سوز ستم شکاری اور بزدلانہ جفاکاری غرض کوئی چیز ایسی نہیں جو ان کے مرثیہ میں بخوبی موجود نہ ہو۔ اس پر فرائض واقعہ نگاری کو عمل و موقع کی مناسبت سے انجام دینا انیس کی طبع رسا کا حق تھا آج ہماری زبان کو یہ فخر حاصل ہے کہ دنیا کے ہر شاعر کے مقابل میں میر انیس کو اور اردو شاعری کی ہر کمی کو دپورا کرنے کے لئے انیس کا مرثیہ پیش کر سکتی ہے۔

میر انیس کے بعد ماہرو نفیس کا پایہ مرثیہ گوئی میں سب سے بلند ہے۔ ماہر لکھنؤی بلندی تخیل جذبات انگیزی اور واقعہ نگاری میں درکمال تک پہنچے ہوئے تھے لیکن انہوں

یہ ہے کہ ان کے مرثیہ شاعر نہ ہونے کی وجہ سے عام نظروں سے پوشیدہ رہے اور ان کی شاعری کا ڈنکا لکھنؤ کے باہر نہ بج سکا نفیس لکھنؤی نے اپنے باپ میر انیس کا فیض حاصل کیا تھا جو کچھ بھی نہ کہنے کم تھا ان کی طبع رواں نے بھی مرثیہ میں اپنی یادگار قائم کرنا چاہی اور ایک نئے گوشہ کا ساقی نامہ کے عنوان سے اضافہ کیا جب کوئی مجاہد داروگیر جنگ اور پیاس کی شدت میں ایک حد تک جہاد کر لیتا تو ساقی (میر انیس) سے خطاب کر کے لئے تو لاسکے طالب ہوتے اور اسی سلسلے میں میخانہ کا سماں بھی دکھا دیتے جس کی پیروی ہمہ کے تمام شعرا مرثیہ گوئے کی لیکن جناب ذوالکھنؤی کی جدت پسند طبیعت نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ باقی نامہ کے مضمون میں واقعہ نگاری کا اضافہ کر کے ایک نیا راستہ پیدا کیا اور اسی بے مل گوشہ کو کارآمد بنانے کے لئے غدیر خم کے واقعہ کو شاعر ادبی راہ میں بیٹا کیا۔ اور ساقی نامہ کا اس طرح جوڑ لگا یا جیسے قصیدہ کی گمریز کے محل پر بات میں بات پیدا کر دی جاتی ہے۔ مرثیہ میر انیس کے بحث نہیں ورنہ میں حضرت فخر صاحب کے کلام سے مثالیں دے سکے ثابت کرتا کہ یہ اپنے وقت میں بے مثل و نظیر مرثیہ گوئے۔

اس طرح مرثیہ کی صنف بلند ہو جانے سے اردو شاعری کو ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ سلام و فخر کی مستقل صنف کا اردو میں اضافہ ہو گیا۔ سلام میں پہلے اہل بیت ائمہ اطہر اہل کے جان نثار اور عابدین کے بلا کی شان میں مدح و فخر یہ اشعار ہوتے ہیں اس کے ہما نہیں میں سے کسی کی لڑائی یا شہادت یا کوئی اور مصیبت کے متعلق چند شعر کہے جاتے ہیں ہر ایک شعر غزل کی طرح مستقل اور کسی مغربی خیال کا حامل ہوتا ہے اور تالیف

بہر حال شاعرانہ رہنے کی سعی کی جاتی ہے۔ شروع شروع میں ایسی نظم کا آٹھان لفظ "سلام" سلائی بھرائی سے ہوتا تھا اور مطلع میں امام حسین علیہ السلام پر سلام بھیجنا لازم تھا اس لئے اس کا نام "سلام" پڑ گیا اور اب یہ التزام نہ رہنے پر بھی نادم وہی باقی ہے۔ سلام ہر ایک مرثیہ گو شاعر نے کہا ہے کیونکہ مرثیہ خوانی کا یہ طریقہ ہو گیا تھا کہ جو شاعر مرثیہ پڑھے وہ بطور تہنید پہلے چند رباعیاں اور ایک سلام ضرور پڑھے، رفتہ رفتہ یہ سلام اتنا مقبول ہوا کہ سوزِ غم تک پیشین خوانی میں پڑھنے لگے اور ایامِ عزائم میں اسی "نعتِ ناموس کے شاعر سے بھی مسالہ کے نام سے ہونے لگے خواہ ایک جہاں ہی ہو۔ مرثیہ گو شاعر کی طرح جنابِ ذاکر مرحوم نے بھی سلام کچھ ہیں اور جس طرح ایک فطری شاعر غزل کے محدود دائرہ میں رہ کے بھی اپنے کلام کو بہتر و موثر بنا لیتا ہے اسی طرح ذاکر صاحب نے بھی اپنے سلاموں کو بہتر سے بہتر اور موثر سے موثر بنایا ہے لیکن مجھے اس بحث کو طول دینا مقصود نہیں اس لئے مثالیں ترک کی جاتی ہیں۔

نوحہ کے معنی ہیں "مرنے والے پر گریہ و زاری کرنے کے" اس لئے اسے سلام کی ایک شاخ سمجھنا چاہیے کیونکہ سلام کے آخر میں بھی چند شعر بکائیے جاتے ہیں، جب جنہیں درودنا شعروں کو سلام سے الگ کر لیا تو نوحہ وجود میں آ گیا جس طرح قصیدہ کی تغزلانہ تشبیب کو جدا کر لینے سے غزل پیدا ہو گئی، اردو کا نوحہ ہادیانِ دین کی شہادت و مصیبت کے لئے مخصوص ہے، اس میں زیادہ تر وقفات کر بلا کو بیان کیا جاتا ہے اور مجاہدینِ کربلا کی جنگ و شہادت

اہلِ حرم کی اسیری و مصیبت پر اکتفا کی جاتی ہے۔ نوحہ میں وہ مدح یا نکل نہیں ہوتی جو سلام کا طرز خاص ہے بلکہ اس میں جو مفعول کہا جاتا ہے اس کا دروناک پہلو خصوصیت سے ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ نوحہ میں واقعات کر بلا کے چھوٹے چھوٹے اجزاء بنا کے مفرد و متقل شعروں میں اس طرح بیان کرتے ہیں جو طرح سو گوارا بنیت اپنے مرنے والے پر بن کرتے ہوں اس میں صحیح واقعات کی پابندی بھی نہیں ہوتی بلکہ زبانِ حال سے ہر دل گنتی بات کہہ دی جاتی ہے۔ نوحہ میں شاعر کو یہ بھی اختیار ہے کہ متعدد شہیدوں کا حال الگ الگ بیان کرے یا کسی ایک شہید کے حال کو غیر مسائل نظم کرے۔ نوحہ کا یہ مختصر طرز سلسل بھی ہے جس کو اصطلاح میں "روایت" کہتے ہیں کیونکہ اس میں صرف اتنا ہی واقعہ بیان کیا جاتا ہے جتنا روایت میں مذکور ہو۔ اس طرز میں صحیح واقعات کی پابندی کرتے ہوئے کسی ایک بڑے واقعہ کو مسلسل نظم کیا جاتا ہے جس میں مناسب حال تہنید تو اٹھائی جاسکتی ہے لیکن غلاف واقعہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

طرز اول کے نوحہ جرأت و جوش کہ گئے ہیں لیکن ان نوحوں میں دو ہوں کی طرح کے ہیں ہی میں ہیں اور نظم اتنی سست و غیر موثر ہے جس کو کوئی شاعر اور درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

میں کرتی تھیں بانویہ رو رو میر پاس آؤ صفر کہاں ہو  
چین آئیگا تم بن دجھکو میر پاس آؤ صفر کہاں ہو  
حالا نکہ میر توش ایک اچھے مرثیہ گو اور اپنے بھائی میر انیس  
کے تقریباً ہم شوق تھے پھر بھی نوحہ پر وہ قدرت حاصل ہوئی

جو مرثیہ پر حاصل تھی اسی وجہ سے لوحہ کو ایک زمانہ تک صنف مستحق کی حیثیت نہیں حاصل ہوئی یہاں تک کہ جناب ذوالخروج کا دور کیا۔

جناب ذوالخروج صاحب ہمہ گوشاعر تھے، 'ثنوی'، 'قصیدہ غزل'، 'مرثیہ'، 'سلام'، 'رباعی' سب پر طبع آزمائی کر چکے تھے ایک لوحہ باقی تھا تو وہ کیوں ان کی فکر پر جو شش سے محروم رہتا اسٹن لوحہ بھی کہا اور ایسے مؤثر انداز میں کہ درود دیار سے رونے کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

جناب ذوالخروج پٹے سخن طراز ہیں جنہوں نے لوحہ میں تخیل شاعرانہ کو دخل دیا اور واقعات پر اپنی فکر بلند سے ایسی ایسی مرصع کاری کی کہ اس زمین کو آسمان بنا دیا، واقعات سے نکات نکالے، حالات پر تخیل کا رنگ چڑھایا، زبان حال میں فطری واقعت پیدا کی اور جو کچھ بھی کہا اسی انداز سے کہ اگر وہ واقعہ نہ بھی ہوا تو واقعہ معلوم ہونے لگا، اسی کو اصطلاح شاعری میں واقعہ نگاری کہتے ہیں کیونکہ واقعیت کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ شاعر جو کچھ کہے وہ سب سچا واقعہ ہو بلکہ اس کے بیان میں اتنی واقعیت نمائی کافی ہے کہ سننے والا یہ محسوس کرنے لگے کہ شعر میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ ہو سکتا ہے۔ جہاں سے شاعر کے کلام میں یہ کیفیت پیدا ہوئی وہاں سے شعر مؤثر اور شاعر خاطر خواہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

جناب ذوالخروج صاحب نے اخلاق، موعظہ، ایثار، محبت، شجاعت، جاد بازی، اطاعت، صبر، قناعت، توکل وغیرہ میں سے ہر ایک جذبہ کو بیان کیا ہے پھر ان کو واقعیت سے مطابق

کرتے ہوئے تخیل سے اس طرح ہند لال کیا ہے کہ کلام میں زور اور بیان میں اثر پیدا ہو گیا ہے، ان کے الفاظ پر زور اور طرز ادا اتنا خاطر نشین ہے کہ جو لوحہ کہا وہ مقبول ہوا اور رفتہ رفتہ انہیں کا لوحہ دنیا کے شاعری پر چھا گیا۔

یہ جناب ذوالخروج کی بحر بیانی ہے کہ جو لوحہ صرف عورتوں کے بین سمجھا جاتا تھا اس کو شاعرانہ حیثیت حاصل ہو گئی، ان کا لوحہ جس معراج کمال پر پہنچ چکا ہے اس فارسی کا مرثیہ تک محروم ہے اور جو مرثیہ ان کو لوحہ گوئی میں حال ہو گیا ہے وہ اردو کے شاعر تو کیا فارسی کے شاعر کو بھی نصیب نہ ہوا یہی سبب ہے کہ اردو کے موجودہ شعرا انہیں کے لوحہ کی نقل اتار رہے ہیں اور مابکامیاب رہتے ہیں۔

لوحہ گوئی کے جتنے بھی جامدے ہو سکتے تھے خاطر خواہ نے سب پر زور طبیعت صرف کیا اور کامیاب مدھے ایک شمسید کے حال میں لوحہ، مقصد و شہیدوں کے حال میں لوحہ، چھوٹے چھوٹے واقعات کا لوحہ، مسلسل واقعہ کا روایتی لوحہ، اسی طرح اور جتنی راہیں ملتی گئیں سب میں لوحہ کہتے چلے گئے اور جس حال میں جس طرز کا بھی لوحہ کہا وہ کامیاب میں نے ان کے کثیر لوحوں میں سے حضرت عباس علیہ السلام کے حال کا ایک لوحہ انتخاب کیا ہے تاکہ یادگار عباس نمبر کی مناسبت باقی رہے اور اس لوحہ میں سے بھی صرف ایک شعر پر اظہار خیال کروں گا، اس سے جناب ذوالخروج کی شاعرانہ عظمت کا بہت کچھ اندازہ ہو جائے گا۔

مر کے بھی باز دے شہ ہمراہ بھائی کے رہا  
ساتھ ہے تلوار ت کے ایک علم جہاں کا

بارہ اور قوتِ بازو بھائی کو کہتے ہیں یہاں بارہ کے شیعہ حضرت عباس اور شیعہ سے امام حسین علیہ السلام مراد ہیں بھائی یعنی عباس کے بھائی امام حسین علیہ السلام۔

حضرت عباس مختصر سپاہِ امام حسین کے علمدار تھے جس طرح امیر المومنین حضرت علی شکر رسول اللہ کے علمدار ہو کر تھے، امام حسین کا علم وہی رسول اللہ کا علم تھا اور اس کے علمدار وہی علی کے بیٹے عباس تھے وہ ناناکے وارث یہ باپ کے قائم مقام۔ رسول کا علم علی کا علم حسین کا علم حسین کا علم عباس کا علم۔ حضرت عباس علیہ السلام اس علم کے آخری حامل تھے اس لیے علم ان کے ہاتھ کے لئے اور علمداری ان کی ذات کے لئے منسوب ہو گئی اور سلسلہ عزاداری کا ہر علم حضرت عباس کا علم مان لیا گیا اسی طرح تابوت اگرچہ متعدد شہداء سے منسوب کیا جاتا ہے لیکن جس تابوت کے ساتھ صاحبِ تابوت کا نام مذکور نہ ہو یا اس کی مخصوص تاریخ وفات نہ ہو وہ تابوت امام حسین ہی کا مابوت سمجھا جاتا ہے۔

بریدی لشکر نے اپنے کشتوں کو تو دفن کیا لیکن امام مظلوم کو بیگو رجپوڑ دیا اس لئے چاہنے والے لاش اٹھانے کی حسرت کو خالی تابوت اٹھا کے پورا کرتے ہیں شاعر نے اپنی زندگی میں بار بار سو گواروں کے مجمع میں علم و تابوت آگے پیچھے چلتے ہوئے دیکھا اس کے دل میں کمرید ہوئی مگر اس کا سبب کیا ہے جو صرف امام حسین و حضرت عباس کی یادگاریں ساتھ ساتھ رہتی ہیں اس کو حضرت عباس کی امام حسین سے عظیم المثال وفاداریاں بخوبی معلوم تھیں اس لئے اس شاعر نے دماغ کے وجہ پیدا کرنا شروع کی اس لئے سوچا

کہ تمام دنیاوی تعلقات زندگی کے ساتھ ختم ہو جاتے ہیں ایک شخص کسی کا کتنا ہی دوست ہو جاں دو میں سے ایک نہ رہا ساری دوستی ختم ہو گئی اگرچہ حضرت عباس کی وفاداری ایسی ہی سختی تو ایک برگزیدہ ہستی اور ایک علم شخص میں فرق ہی کیا رہتا ہے اس لئے ان کی شان وفاداری دوسروں سے اتنی بلند تو رہو کہ مرنے کے بعد بھی باقی رہے تخیل نے اسی وقت اعانت کی اور بتایا کہ بیشک حضرت عباس کی وفاداری سحر کے بعد بھی ختم نہیں ہوئی یہ تیرہ سو برس کے بعد بھی تابوت امام حسین کے ساتھ جو علم حضرت عباس رہتا ہے ان کی مخصوص وفاداری کی دلیل ہے۔

حالانکہ ذاکر صاحب اس شعر میں کہیں لفظ وفا نہیں لائے لیکن جن الفاظ سے شعر کی ترتیب دی ہے ان سب کا مجموعہ وفاداری حضرت عباس کا آئینہ ہے اور ان میں سے تین لفظیں وہ بے نظیر جڑاؤ ہیں جن سے اس آئینہ کی آب و تاب دو بالا ہو گئی ہے۔ پہلے مصرع کی بھی دوسرے مصرع کی آہ نکٹ سے وفاداری میں وزن اور شعر میں زور پیدا کر دیا۔ تیسری لفظ ہمراہ بھی یہی باعمل صرف کی جس کی بلا قابلِ مدح ہے جملہ کے دو معنی ہیں ایک تو ساتھ چلنا دوسرے تو نفقت کرنا اور یہاں لفظ دونوں میں صرف ہوئی ہے حضرت عباس کا علم تابوت امام حسین کیٹھا ساتھ بھی چلتا، اور حضرت عباس نے اپنے وفادارانہ طرز عمل سے امام حسین کے مشن کی موفقیت بھی کی یہاں تک کہ انھیں گتے ساتھ شہید ہوئے اور انھیں گتے پر ہی ہوئے۔ ان خوبیوں کیٹھا فوج کے جادو کو بھی نہیں چھوڑا وہی دوزخ کی آفریں کا جو نوحہ کا طرہ قیاز ہے تخیل کے شاعر نے بتایا کہ یہی جو جگہ جس جگہ تھی کا بھی حق ادا ہو جاتا ہے اور جذبات رنج و غم بھی ہر جگہ ہو جاتے ہیں۔ جناب ذاکر غور و فکر سے ہی خصوصیات ہیں جس سے لوح کو بار بار دہر شاعری میں صنف مستقل کی حیثیت حاصل ہو گئی۔



# علیؑ کے شیر بزرگوں کی یادگار ہے تو

از علی بن ابی طالبؑ نواب صاحب قسطنطنیہ ابن حضرت نجم لکھنؤ علی شرمقا

علیؑ کے شیر بزرگوں کی یادگار ہے تو      ریاضِ حسن کا سرمایہ بہار ہے تو  
وفا کا ناز شجاعت کا افتخار ہے تو      علم کا فخر ہے اسلام کا وقار ہے تو  
کمالِ صنعتِ قدرت کا شاہکار ہے تو

جو تیرے در پہ گیا ہو کے شاد کام آیا      قرار آ گیا لب پر جو تیرا نام آیا  
ترا کرم طلبِ عا میں کام آیا      شکستگی کو تو انانی کا پیغام آیا  
سکون دل ہے امیدِ امیدوار ہے تو

ترا خلوصِ عمل خضرِ جادہ تسلیم      ترا اشارہ ابرو حیات کی تنظیم  
ترا تبسم رنگیں بہارِ باغِ نعیم      تری جبین کی شکن موج کو ترو تنیم  
نشاطِ روح کا پیغام خوشگوار ہے تو

ع۔ توانائی کی کمی مگر عصرِ حاضر کے اکثر ذمہ داروں نے اب اسے جائز کر رکھا ہے۔ میں بھی  
اسی دور میں ہوں لہذا اس طرح کی آزادلوں کا حامی ہوں۔ (احقر)

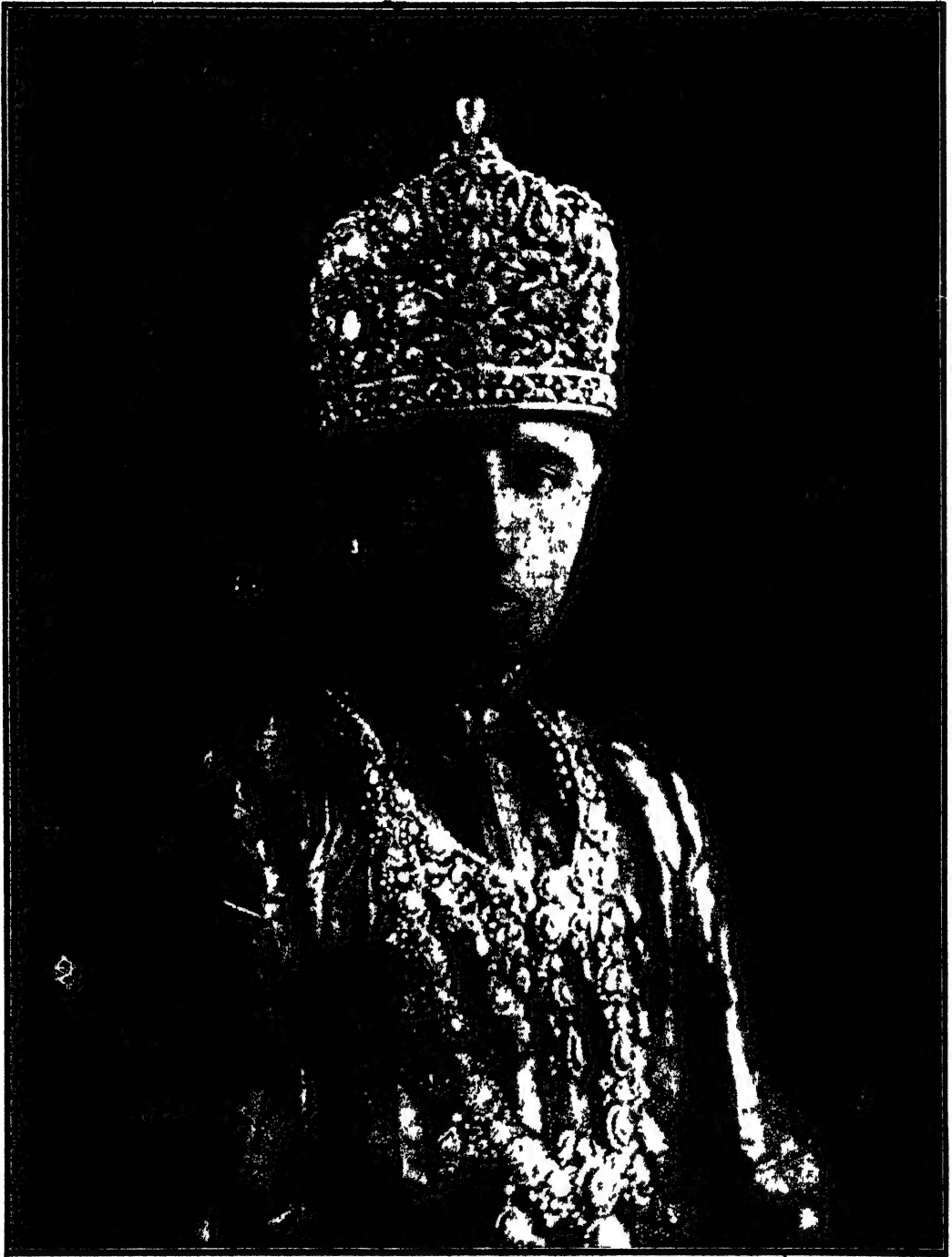


ترے عمل پہ زمیں آسمان شاہد ہیں    تری وفا پہ ہزار امتحان شاہد ہیں  
فضائے دہر کے رنگیں نشان شاہد ہیں    کیا وہ کام کہ دونوں جہان شاہد ہیں  
شفق کے منظرِ خونیں میں آشکار ہو تو

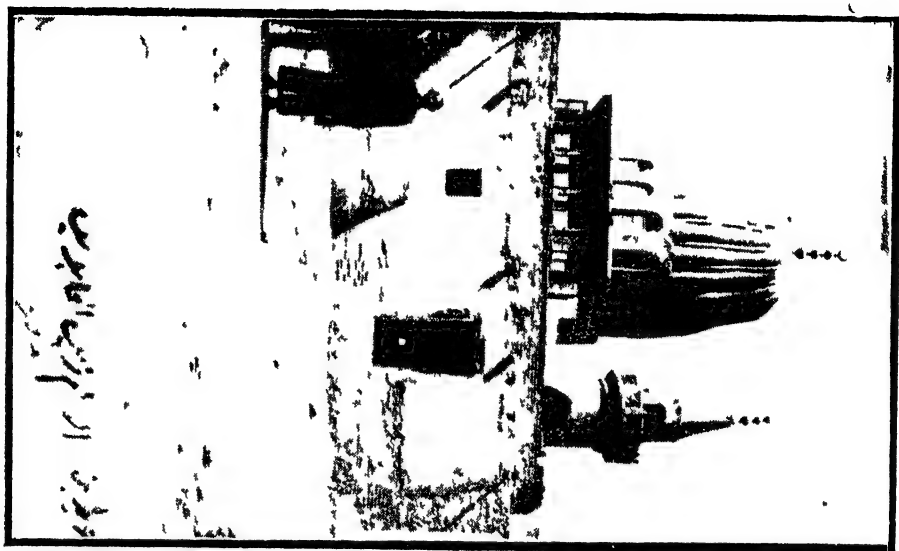
جبینِ ہر ترے نام سے درخشاں ہے    تری بہارِ شہادت چمن بہ داماں ہے  
ترے جمال سے صبح امید خنداں ہے    ترے عمل کی بلندی پہ روشن ازاں ہے  
اوجِ بزمِ ناجائے گا وہ نقشِ اعتبار ہے تو

تجلیاں ہیں تری منزلِ حقیقت میں    تری جگہ ہے ازل سے دلِ مشیت میں  
بقا کا راز ہے مضمحل تری شہادت میں    ترے لہو کی حرارت ہے نبضِ فطرت میں  
نظامِ دہر کا آئینِ استوار ہے تو

کمالِ نفس کے جوہر دکھائے ہیں تو نے    ادا سے فرض کے معنی بتائے ہیں تو نے  
اصولِ صبر و شجاعت سکھائے ہیں تو نے    صفاتِ اپنے بزرگوں کے پائے ہیں تو نے  
حسنِ کا خلق ہے حیدر کی ذولفقار ہے تو



۱ لکھنؤ ہر مائیس اباب صاحب رامدر دام اقبال م و ملک م  
جو مکھل جنگ سے بکھڑا ۶ جنوری ک رامپور پھونچ گئے۔



رومہ حضرت رشیدین ابراہیم علیہ السلام  
(صور)



حضرت کاظمی، نواب لاہور کا لکھوالہ

# امام حسینؑ کی مصیبت کا مقابلہ مضا عالم سے

پیشہ (مترجمہ) —————

جناب چودھری سید نظیر الحسن صاحب فوق رضوی بالقتابہ  
مولف المیزان۔ رئیس مہاجر مہلغ مظہر



کا سہارا ہوتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ رنج و الم اور فکر و تردد کیچھوٹے صغریٰ صاحب ماتم کی شمع حیات کو گل کر دیں گے لیکن مشاغل دنیاوی اور ضروریات زمانہ چند روز میں ایسے جانفروز نمونوں کو کبھی مندمل کر دیتے ہیں اور رفتہ رفتہ اس کا اثر دل و دماغ سے زائل ہوتا ہے مگر ایک کبھی نہ ملنے والا صدمہ اور کبھی مندمل نہ ہونے والا زخم اگر ہے تو واقعہ کر بلا ہے جس کی یاد اور نہ صرف یاد بلکہ جس کا رنج و غم صدمہ باوجود اس قدر زمانہ گزر جانے کے بعد بھی ہر وقت ہمارے دلوں میں تازہ رہتا ہے۔ اگر تھوڑے دن کے لئے عارضی طور پر بھی اس کی یاد دل پہ ہو جاتی ہے تو ماہ محرم کا وہ چاند جو ماتم پوش اور نیلگوں آسمان پر غم و الم سے سر جھکا کے مطلع آفتاب سے ہر سال نمودار ہوتا ہے تمام غم انگیز واقعات کا واقعہ آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتا ہے اس کو دیکھ کر ہر آنکھ محسوس کرتی ہے کہ ہلال محرم کی یہ نمیدگی ایک ایسے صدمہ کا اظہار کر رہی ہے جس کے گھرے اثر نے اس کو تصویر پرورد غم

زمانہ ناہنجار کی نیرنگیوں اور دنیا کے غدار کے انقلاب سے اس عالم میں نہایت دردناک اور دشخوارش واقعات ظاہر ہوتے رہے ہیں جو اپنے وقت میں ایسے سخت اور جانفروز ہوتے ہیں کہ بظاہر خیال ہوتا ہے کہ ان کا ثمر اور دیر پا اثر کبھی دل سے زائل نہ ہوگا اور جب تک دنیا قائم ہے ان کی یاد دلوں میں خار غم بن کر کھٹکتی رہے گی۔ خود سلام پر ایسے سخت اور روح فرسا حادثات واقع ہوئے ہیں جن کو سلامی موت سے تعبیر کیا گیا ہے اور بعض ظالم اور ناخدا ترس لوگوں نے انسانی زندگیوں کا ایسی جانکاہ تکلیفوں سے خاتمہ کیا ہے کہ صفحات عالم پر اس کی نظیر بمشکل ملے گی۔ لیکن چند روز تک اس کا ذکر رہنے کے بعد استدلال و ایام ان تمام واقعات کو ہمارے دل سے محو کر دیتا ہے اور ماہ و سال کے تاریک پردے ان باتوں کو ہماری نگاہوں سے اُجھل کر دیتے ہیں۔

اپنے اندر و اقارب جو قوت روح اور باعث تقویٰ حیات ہوتے ہیں بلکہ خود اپنے نورِ نظر فرزند جو زندگی

کی اپنے تبرک خون سے اس طرح دیکھاری کی کہ اب قیامت تک اس چمن پر بہار کو آفات ارضی و سماوی کا خوف نہیں رہا۔ ان واقعات کے بعد ہر شخص کو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ اس وقفہ شہادت میں جو اسلام کی اہم ترین خدمت خالق عالم کی بے حد خود شہودی کا سبب تھی ضرور کوئی روحانی قوت ہے جو اس غم کو قیامت تک زندہ رکھنا چاہتی ہے اور قدرت کو منلوڑ کو کہ اس شہادت عظمیٰ کا ذکر خیر کبھی بھی فضا سے عالم سے زائل نہ ہونے پائے۔

بنا کردہ خوش رسمے بجاک دغوں غلطیوں  
خدا رحمت کند بر عاشقان پاک طینت و

بنا رکھا ہے اور عزم محرم زبان حال سے پکار رہا ہے کہ دنیا کی تاریخ کا یہ زرین صنف ایسے جاکہ اور دردناک واقعات سے پر ہے جس کی غم انگیز داستان بھلائی نہیں بھولتی اور اس اہم گراں مایہ اور غیر فانی واقفہ کا وجود قیام عالم تک دنیا میں باقی رہے گا۔ ذبیحے اور قربانیات اس عالم حساب میں بہت ہو چکی ہیں اور ہوتی رہیں گی مگر تحفظ حکم خالق کے لئے حفظ مذہب اسلام کے لئے اللہ زمزمہ توحید قائم رکھنے کے لئے اس محسن اسلام نے جس کو لوگ حسین کے نام اور سید الشہداء کے معزز لقب کے ساتھ یاد کرتے ہیں نخلستان اسلام کے نورس پودوں

# کر بلال کی دفاعی جنگ

(آز عالمیر تبث جناب پرنس محمد عباس حبیب صفوی آن شمس آباد)

کے چہرہ دکھا سے ہو۔ اسپارٹا کے ان یونانیوں کا سام آج بھی عورت و وقت کی زبان سے لیا جاتا ہے جنہوں نے قلیل التعداد ہونے کے باوجود ایرانیوں کے طوطی دل لشکر کا بے جگری سے مقابلہ کیا اور جب تک ان چار سو جاں بازوں میں سے ایک بھی باقی رہا ایرانی آگے نہ بڑھ سکے۔ شیر پلونا غازی عثمان پاشا کا نام دفتر تھوروشجا میں آج بھی زرین حروف سے

جن لوگوں کو سمیع و بصیر حقیقی نے گوشہ شنوا اور چشم بینا کی دولت عطا فرمائی ہے وہ جانتے ہیں کہ رزمگاہ ہستی میں دفاع کی کیا وقعت ہے۔ بدلتی و بدست ہو یا موجودہ زمانے کے مملک حربے استعمال کئے جائیں متحارب قوموں میں سے فتح کا سہرا کسے سر بند ہے لیکن نیک نامی اور شہرت دوام کا سہرا اسی کے سر بند محتاج ہے جس نے دفاع میں اپنی قابلیت

لکھا ہوا ہے اور جب تک دنیا میں مظلوموں سے ہمدردی کا احساس اور حق و صداقت کا پاس باقی ہے ان بہادرین کے کارنامے فراموش نہیں کئے جائیں گے۔ آئیے آج ایک ایسے بہادر کی دفاعی جنگ کا حال چشم بصیرت سے دیکھیں جس کی مختصر فوج میں چھ مہینے کا بچہ بھی شامل تھا اور ستر ہجرت کا پیر مرد بھی۔

یونان کے جاں باز ہوں یا بلوچا کا مرد میدان ان دونوں کو ہر وقت ہر لمحہ مک پونچنے کی امید تھی ہنگی علاوہ ان کے فریق مخالف میں اور ان میں کثرت و قلت کے باوجود کچھ مناسبت تھی لیکن کر بلا کے میدان میں ایک طرف تو بہتر کا ہزاروں سے رن پڑا تھا اور دوسری طرف مک کا کیا ذکر ان کا سالاریہ چاہتا تھا کہ خدا کے سوا اسے کسی اور کی مدد کا محتاج نہ ہونا پڑے۔

شب عاشور کا یہ دلولہ نیز خطبہ آج بھی مردہ دلوں میں ایک طرح کی زندگی پیدا کرتا ہے۔ کل کا دن ان دشمنوں سے مقابلے کا ہے میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ تم چلے جاؤ اب تم پر میرے عہد کی تعمیل ضروری نہیں۔

اب رات ہو گئی ہے اسی کو اپنی سواری بنا لو اور تمھارا ایک ایک مرد میرے اہل بیت کے ایک ایک مرد کا ہاتھ پکڑو خدا تم سب کو جزائے خیر دے۔ اس کے بعد تم لوگ اپنے ملکوں اور شہروں میں متفرق ہو جانا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کشائش نصیب کرے۔ یہ لوگ تو صرف مجھ ہی کو طلب کر رہے ہیں جب مجھے پالیں گے تو دوسرے کی طلب سے درگزر کریں گے۔ تاریخ کا مل ابن اثیر جلد چارم مترجم

مولوی محمد جمیل الرحمن مطبوعہ دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن ص ۱۱۱) ختم سمجھتے ہو گے کہ یہاں بھی یونان یا بلوچان کی طرح کوئی نادر وجود ہو گا لیکن اصحاب با وفا کا دلولہ نیز جوا بقیں تباد سے گم نہ کر بلا کے سپہ سالار اعظم کی مختصر فوج کا ہر سو راہر و وفا کی بولتی ہوئی تصویر تھا۔

اصحاب کے ترجمان جو شرف و فاسے کا بپتی ہوئی زبان سے عرض کرتے ہیں خدا کی قسم میں آپ سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ ان لوگوں کے سینے میں اپنے نیزے کو نہ توڑوں اور جب تک کہ میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ ہے ان میں شیرازی نہ کروں و انشا اگر میرے پاس اسلحہ بھی نہ ہو اگے تب بھی آپ کی حفاظت کے لئے ان پر پتھروں کی بوچھاڑ کروں گا (یہاں تک کہ) آپ ہی کے ہمراہ میں بھی مر جاؤں (تاریخ کامل ابن اثیر جلد چارم ص ۱۱۱) دنیا کی ہر جنگ میں محاصرے کی شدت اور نبرد کی مصیبت نے کچھ مدافین کے قدم کسی نہ کسی حد تک متزلزل کر دیئے ہیں لیکن اس عظیم نظیر اور نقیدہ المثل جنگ میں مدافین کا ایک آدمی بھی حملہ آوروں سے نہیں ملا یا ان کی مظلومی کا یہ اثر ضرور پڑا کہ حملہ آوروں کے بعض افراد زندگی سے بیزار ہو کر یقینی موت سے ہم آغوش ہونے کے لئے ان سے مل گئے۔

عاشورے کی صبح خود دار ہوئی اور سعد کے غصے پر نے فرزند رسول ثقیلین کے قتل کی تیاری کے لئے اپنی کینہ تہذیب فوج کو آ رہستہ کیا اور ہر فاتح خیبر کے فرزند نے بھی زہر ابن قین کو مینے پر اور حبیب ابن مظاہر کو میسرے پر مقرر کیا۔ رایت لشکر اس ساونت کے سپرد کیا گیا جس

نام کی شجاعت آج بھی قلم کھاتی ہے اور جس کی یاد میں  
نظارہ کا یہ خاص نمبر شائع ہو رہا ہے جنگ خندق کی  
سنت پر اس طرح عمل کیا گیا کہ عذرات عصمت و طہارت  
کے خیام کے پیچھے ایک خندق سی تیار کر لی گئی تاکہ عقبے  
حملہ نہ ہو سکے اور بقول ابن اثیر یہ تدبیر کارگر ہوئی۔  
جنگ شروع ہوئی تو طاغوت کے مرید حق و صداقت  
کے پرستاروں کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور دست بردست  
جنگ میں یزیدی فوج کے بیشمار سپاہی مارا ہوا رہا  
ہو بیچ گئے۔ یہاں تک کہ ابن سعد کو گھبرا کر حکم دینا  
پڑا کہ ایک ایک کر کے نہ لڑیں" (تاریخ طبری جلد دوم  
مترجمہ حیدرآباد جنگ مطبوعہ دارالطبع جامعہ عثمانیہ  
حیدرآباد دکن صفحہ ۲۶۵) باطل پرست سمجھتے تھے کہ  
جنگ مغلوبہ میں شیدائیان حق کو فنا کر دیں گے لیکن  
انجام یہ ہوا کہ ان کی آرزو خاک میں مل گئی۔

شمس زئی البکوشن نے اپنے میسرے کے ساتھ حضرت  
بکے میسرے پر حملہ کیا یہ سب لوگ اپنی جگہ سے نہ سرکے  
شمر اور اس کے اصحاب کو برہمیاں مارنے لگے۔  
اب حسین اور انصار حسین پر چاروں طرف سے لوگ  
ٹوٹ پڑے اور ہر کل ہتیس سوار تھے انھوں نے جب  
حملہ کیا جدھر رخ کیا اہل کوفہ کے سواروں کو شکست  
دی" (تاریخ طبری ص ۶۵-۶۶) جب ان شیران و غا  
سے بس نہ چلا تو بزدلوں نے تھوڑی ہی دیر میں ان کے  
گھوڑوں کو بے کر دیا سب کے سب پیادہ ہو گئے۔  
(تاریخ طبری ص ۶۶) مگر آفریں ہے ان دلیروں پر

بکے پیادہ ہونے پر سچی نوحہ و ہرکس کو پاس نہ آنے دیا  
بلکہ اگر ان کی شجاعت میں اخلاف کا امتحان ہوتا تو یہ کہا  
جاسکتا تھا کہ بادہ نوشان خم غدیر کا نشہ جرات کچھ اور سوا  
ہو گیا۔

حضرت حر نے اسی عالم میں ایک شعر پڑھا جو آج بھی  
تاریخ طبری کے صفحات میں محفوظ ہے۔  
ان تعقر والی فان ابن اسر  
اشجع من ذی لبہ ہزبر  
یعنی میسرے گھوڑے کو بے کر دیا تو کیا ہوا میں شیر بہ  
سے زیادہ بہادر اور شریف ہوں۔

اصحاب امام حسین پیادہ اور قلیل العدد اسی پھر کچھ  
کسی کی یہ ہمت نہ ہوتی تھی کہ ان کو چاروں طرف سے  
گھیر لیں اور حضرت سید الشہداء علیہ التحیۃ والثناء نے  
یہ انتہائی مدبرانہ اور فوجی نقطہ نگاہ سے بے غایت اہم  
تدبیر کی تھی کہ تمام خیام کو ایک جگہ نصب فرمایا تھا اور  
سب کے سب ایک دوسرے سے بالکل ملے ہوئے تھے  
پس سعد نے یہ دیکھ کر چند آدمیوں کو اس غرض سے بھیجا کہ  
امام حسین کے خیمہ جات کو دائیں بائیں جانب سے اکھاڑ کر  
بر باد کر دیں اور ہر طرف سے گھیر لیں۔ امام حسین کے  
تین چار ہمراہی ان کے اور غیوں کے درمیان حائل ہو کر  
ان لوگوں کو غیہ اکھاڑتے اور لوٹ مار کرتے ہوئے  
دیکھ کر قتل کر دیتے تھے اور قریب سے تیر کا نشانہ بناتے  
تھے یا کاٹ ڈالتے تھے (تاریخ کامل ابن اثیر جلد چارم  
صفحہ ۱۹۷) ان متواتر ناکامیوں کے باوجود ان بزدلوں نے

عصر کے وقت تک آپ کے تمام اعراد و انصار درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

قیاس چاہتا ہے کہ ہزاروں لاکھوں سے ایک شکستہ دل انسان کے مقابلے کو متبع سمجھے لیکن تاریخ کے صفحات زبان بے زبانی سے کہتے ہیں کہ بنی نوع انسان ایک مغز آدم انسان ایسا بھی گزرا ہے جس نے سبھو کا پیا سا یکہ دتھا ہونے کے باوجود کچھ اس شان سے دفاعی جنگ کی ہے کہ دشمن بھی اس کی تعریف کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔

عبداللہ بن عمار جو یزیدی فوج میں شامل تھا کہتا ہے:-

”وَأَسْرَسِي أَيْسَ بَعْسٍ أَوْ بَعْسٍ كَسٍّ كَوْحَسٍ كِي  
أَوْلَادِ أَوَّلِ بَيْتٍ وَأَنْصَارِ سَبْ قَتْلٍ يَوْجَعُ هَوْنُ اس  
دَلَّ اسَّ حَوْسٍ أَوْ اسَّ جِرَاتٍ سَ لَظَتِ هَوْنُ  
مِنْ نَكَبِي نَمِينٍ دَكَّاهُ أَلْشَرُّ انَّ سَ مِشْتَرَانِ كَا  
مَثَلٍ دَكَّعَيْنِ مِ يَأْنِ انَّ كَ بَعْدَانِ كَ دَاهِنِ بَاكِينِ  
لَوْ اسَّ طَرَحَ بَهَاكٍ رَهَ تَحَيَّ جِيسَ مَرَّكَ كَ عَمَلِ كَرِينِ  
سَ بَكْرِيَا بَهَاكِي هِينِ“

(تاریخ طبری جلد دوم حصہ اول ص ۲۸۲)  
أَوَّلُ بَيْتٍ عَلِيمٌ صَلَوةٌ مِنْ رَجْمٍ وَأَوَّلُ لُفْكَ  
حَمِّ الْمَحْتَدِّينِ“

آپ مباہک بربادی سے کفارہ کش نہیں کی اس لئے کہ ابھی ان کی  
بزدلی کی ترکش کا آخری تیر بانی تھا۔ آخر عمر ابن سعد کے حکم سے  
خیوں کو جلا ڈالا گیا۔ امام حسین نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ  
ان لوگوں کو جلا لینے دو کیونکہ خیوں کو جلا کر ان لوگوں کو یہ  
ہمت نہ ہوگی کہ بمقامی طرف ہرہ سکیں چنانچہ ایسا ہی  
ہوا (حوالہ سابق) امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا  
ندمہ آئینہ خیال بالکل صحیح ثابت ہوا خیوں کو جلائے کے بعد  
حیلہ باز رو باہوں کا ہمت نہ پڑی کہ شیروں کا دوبرو  
مقابلہ کریں سبھی بجا کئے انھوں نے بچوں اور عورتوں کے  
خیوں کی طرف بڑھنے کا قصد کیا مگر اس طرف سے بھی حضرت  
زہیر بن قین نے ان لوگوں کو ہٹا دیا۔ ان فرض لڑائی اسی  
طرح جاری رہی۔ باطل پرست اپنی کثرت کے زعم میں  
پرستار ان حق پر بار بار حملہ کرتے تھے اور ہر بار منہ کی  
کھاتے تھے لیکن یہ ضرور تھا کہ پرستار ان حق میں سے  
”ایک یا دو شخص خاص شہید ہوتے تو ان کی قلت تعداد  
کی وجہ سے صاف ظاہر ہو جاتا تھا مگر چونکہ ان لوگوں  
کی تعداد کثیر تھی ان میں پتہ نہ چلتا تھا کہ کیا ہوا“ (تاریخ  
ابن اثیر ص ۱۹۷) اسی اثنا میں نازہ ظہر کا وقت آ گیا لیکن  
نانا کے کلمہ گو امتیوں نے نواسے کو اطاعت و طاعت خالق  
کی مہلت دینا بھی گوارا نہیں کی اور صاحب معراج کے  
نواسے نے تلوار کی چھاتوں میں سجدے کئے۔ بہت  
سے پروانے شمع امامت کی حفاظت کی غرض سے  
ہنگام گھبراہٹ اپنی جانبیں فدا کر چکے تھے جو رہ گئے تھے انھوں  
وہ جاں نثاری کی لکڑی تک ان کا نام روشن ہے۔



# == نبی ہاشم کا چاند ==

(از جناب ثامن نقوی انجیٹروسی)

جس طرح شیر نر اپنے شکار کو دیکھ کر۔ لیکن کچھ سو بھرا اپنی گردن  
نیچی کر لیتے ہیں اور بھر غریب کے گرد گشت میں مشغول ہو جاتے ہیں  
نیمہ گاہ سے لعش لعش کی دھڑکنش آوازیں ڈوبتی  
ہوتی نبضوں کی طرح ابھر رہی ہیں۔ ننھے ننھے بچے پیاس  
کے مائے بلبلارہے ہیں۔ خدراں عصمت اپنے اپنے  
بچوں کو خدمت امام عالی مقام میں پیش کرنے کے لئے  
آلات حرب سے سجا رہی ہیں بزرگوں کے کارنامے  
سننا سنا کر ہتھوں میں اضافہ کر رہی ہیں۔

کوئی کہتا ہے کہ اماں وہ جنگ دکھاؤں گا کہ قیامت  
تک یادگار ہے۔ کوئی کہتا ہے صبح ہونے دیکھے ہں طرح  
لوگوں گا کہ دشمنوں کے پرے کے پرے ایک ہی ہاتھ میں  
صاف ہو جائیں اور صدر نظر تک کشتوں کے پستے دکھائی  
دیں گے۔ کوئی کہہ رہا ہے کہ نانا علی شیر خدا کی جنگ  
کا نقشہ نہ کھینچ دوں تو سہی۔ کوئی چھوٹے سے بچہ کو  
اپنے نازک گھر شیر کے پنجہ کی مانند طاقتور ہاتھوں میں  
بلند کر کے کہتا ہے اچھی امی ہمیں عوجان سے سفارش  
فرما کر ہمارے دادا جعفر طیار کا منصب دلا دیجئے۔

مجرم کی دسویں شب کربلا کا ریگستان ہو گا عالم فضا  
خاموشی کا منات کا ذرہ ذرہ عسکوت چرند و پرند  
مخواب کبھی کبھی کسی صحرائی جانور کی دھنکڑاں صداسکوت کو  
شکست کرتی ہوئی فضا میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ آسمان  
سے ستارے ٹوٹتے ہیں اور کچھ دور جا کر نظروں سے اچھل  
ہو جاتے ہیں۔ دریائے فرات انتہائی خوشی کے ساتھ دنیا  
کی بے ثباتی پر آنسو بہاتا ہوا اب رہا ہے۔ بیوجیں فرش آب  
پر کمرٹیں لیتی ہوئی ساحل تک جانے کی کوشش میں سرگرداں  
ہیں۔ ناب موجوں کے زیر و بم میں اپنا سر ابھارتے  
ہیں اذیت بٹ جاتے ہیں فنا اور بقا کے مسئلہ کو عملی جامہ  
پہنانے کے لڑکھن کے اصحاب باوقار اور اہل بیت الامام  
عبادت پروردگار میں مصروف ہیں۔

قمر بنی ہاشم عباس ابن علیؑ شب تار میں خیر گاہ  
کے باہر جلوہ افروز ہیں تاکہ بھلائی درندوں اور شب  
خون سے حسینؑ اور حسینؑ کے بچھونو ظرہ سکیں۔ چلتے  
چلتے رک جاتے ہیں اور غیظ و غضب کی نگاہوں سے  
لشکرِ نرید کی طرف دیکھ کر ایک بھریری سی لپٹے ہیں

ہمارے کسی پر نظر نہ فرمائیے۔

ماہیں اپنے بچوں کے غینا آلود جلی سن سن کر گلے سے لپٹا کر لیتی ہیں اور گفتی ہیں شاہاں شیر کی اولاد شیر ہی ہوتی ہے۔ کل ایسی جنگ دکھاؤ کہ تمہارے کارنامے سنری حروف سے منظم تاریخ پر رکھے جائیں اور قیامت تک یادگار باقی رہیں۔ جناب عباس ان آوازوں کو سن کر خوشی سے جھومنے لگتے ہیں لیکن جب کہیں سے لعش کی مدد گانوں میں آجاتی ہے تو آپ کے دل کا کھلا ہوا گنول پھر مرمجلا جاتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو رماں ہو جاتے ہیں۔

== ۲ ==

ایگوں کے لشکر میں چہل پہل ہے۔ عبادتہ غلامی و ظلم کے بجائے شراب ناب کے خم کے خم لٹھ کا ہے جارہے ہیں۔ بیابانوں اور بدستوں کی کریدال سوت آوازیں فضا میں عجیب قسم کا ارتقا شن پیدا کر رہی ہیں۔ تلواروں پر صیقل اور گھوڑوں کے نعل جڑے جارہے ہیں۔ آنے والے دن کے انتظار میں۔ جن فاطمہ زہرا کو تاج کرنے کے لئے اسی لشکر میں بہت سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے رسول کو دیکھا ہی نہیں بلکہ معجزوں سے فیضیاب بھی ہو چکے ہیں۔ بہت سے غلوات میں شریک رہ چکے ہیں۔ حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے میدان میں کباؤں کے منبر پر رسول کا آخری فرمان لہر خطبہ سنا ہے۔ محبوب کبریا کے ہاتھوں پر ملی کو بلند ہوتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔

..... محمد مصطفیٰ کو جنین کے لئے کھین دھین سیدی الشاہ اہل الجنداء کھین

مقی و امان کھین بھی کتے سنا ہے۔ عید کے دن عین کو سر سودا کے کاروبار چمکھا اور پیٹر کو اللف اللف فرماتے سن چکے ہیں۔ نماز میں عیسیٰ کو رسول کی پشت پر سوار ہونے اور سجدے کو طول دینے جانے کا منظر دیکھ چکے ہیں۔

مباہلہ کا مشہور واقعہ سنا نہیں بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مگر آج وہی لوگ ان تمام باتوں اور فضیلتوں کو دیکھنے اور سننے کے باوجود اپنے رسول کے ذرا سے کاغذ بہانے اور قتل کا بیڑا اٹھانے کے لئے اپنی اپنی کمر پکس رہے ہیں۔ جاہت طاہری اور دولت دینی کی خاطر وہی حسین اور ان کے اہل بیت آج زعمہ اعدا میں

گھرے ہوئے تین شبانہ روز سے آب و دانہ کو محتاج ہیں جن کی شان میں آیہ ہل اتی نازل ہوئی۔ جہتوں سکینوں اور محتاجوں کو کھانا کھلا کر خود روزے پر روزہ رکھا کرتے تھے۔ ان ہی کے اہل و عیال بھوک و پیاس کی سختیاں برداشت کر رہے ہیں۔ اگر آج رسول خدا علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا ہوتے تو دیکھتے کہ ان کی اولاد پر اپنے آپ کو مسلمان کہنے اور محمد کا کلمہ پڑھنے والی امت کیسے کیسے مظالم کے پھاڑ توڑ رہی ہے۔ اسی کو گردش روزگار اور انقلاب زمانہ کہتے ہیں۔

۳۰۔ یہ نام نہاد مسلمان اور گھوڑوں کی آنکھیں بند ہوتے ہی اپنے قول و فعل سے کتنی جلدی پھر جائے۔ لیکن قیامت کے دن خداوند عالمین کے روبرو قائم نہیں اپنی امت کے ان لوگوں سے دریافت فرمائیں۔

کیا تم نے میرے حکم انی تارک فیکم تطیلین کتاب

بھائی حسین پر قربان ہونے کے لئے پیش کرین گی تاکہ  
اماں فاطمہ زہرا سے سرخروئی حاصل کر سکیں۔ لیکن  
بھیا عباس میرے پاس علاوہ جان کے نہ اور لادے  
نہ ایسی شے ہے جو حسین کے آٹے وقت میں کام آسکے  
اگر عورتوں پر جہاد ساقط نہ ہوتا تو جان ہی نثار  
کر دیتی۔

علی کے لال نے یہ پُر درد کلمات سنے اور سرِ قدس  
فاطمہ طاہرہ کی لاڈلی بیٹی کے قدموں پر رکھ کر فرمایا  
شاہزادی یہ غلام حاضر ہے۔ چھوٹا بھائی بھائے اعلا  
کے ہوتا ہے۔ مجھے اپنی طرف سے بادشاہ دو جہاں پر  
قربان فرمادیں۔ بھائی کے تشفی آمیز جلوں نے مغیہ کے  
دل میں خوشی کی ایک لہر دوڑادی۔ غم اندوہ کے ہنسٹو  
کے ساتھ سرش کے آئینہ بھی شریک ہو کر آنکھوں سے بگڑے  
دستِ شفقت سر پر پھیرا۔ اٹھا کر سینے سے لگا لیا فرمایا  
بیشک بھیا تم سے ہی امید تھی۔ فاطمہ زہرا نے آج  
کے لئے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی تھی کہ ایک ایسا فرزند  
عطا فرما جو حسین کا آج بختِ وقت میں اسی طرح ساتھ  
دے سکے جس طرح ابو الحسن نے پسرے رسول کا دیا ہے  
یہی سبب تھا کہ بابا (علی) نے خاندانِ بنی ہاشم کے  
بعد عرب کے سب سے زیادہ شیخ قبیلہ میں شادی کی  
تمہاری پیدائش سے دعا قبول ہوئی تم پر  
خاندانِ ہاشم جس قدر فخر و مباہات کرنے کے کم ہے۔

== ۴ ==

صبح ہوئی۔ مشرق سے آسمان پر سرخی اور روشنی

عزتِ اعلیٰ مانِ مشکم بھالان تفلوعدن وان حالان  
نیفتِ قاحتی یو دا علی الخوض کا علی ثبوت یہ دیا کہ میرا  
کلمہ بڑھا اور نواسے اور اہلیت کو کر بلا کے ریگستان میں  
تین شبانہ روز بھوکا پیاسا رکھ کر شہید کیا۔ کیا میری  
رسالت کا یہی اجر تھا؟ اس کا جواب دیا جاسکے گا؟  
ہرگز نہیں! ایک طویل خاموشی اور..... بس.....

== ۳ ==

عباس اندھیری رات میں برابر گشت فرما رہے  
ہیں۔ یکا یک ایک غیمہ سے درد و کرب میں ڈوبی ہوئی  
آواز آپ کے گوش گزار ہوئی، بے چین ہو گئے، دل  
بھرا یا۔ آنکھوں سے آنسو ابل آئے۔ سیلِ اشک جاری  
ہو گیا۔ سر آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھا۔ دل کی انتہائی  
گرائیوں سے ایک سرد آہ اٹھی اور لبوں تک آ کر رک گئی  
قدمِ عالم بے خودی میں درخیمہ کی سمت اٹھنے لگے۔ پوچھا  
کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ معظم نے سر اٹھا کر جنابِ علی  
کو دیکھتے ہوئے فرمایا۔

آؤ بھیا میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ آپ مودبانہ جناب  
ام کلثوم کے قریب بیٹھ گئے۔ پوچھا شاہزادی آخر ہتھکڑ  
روئے کا سبب؟ فرمایا بھیا عباس تمہیں معلوم ہے  
یہ شب حسین کے لئے آخری شب ہے کل صبح رسولِ نقیین  
علی کا نور العین۔ فاطمہ صدیقہ کے دل کا چین قتل کر دیا  
جائے گا۔ تمام بیبیاں اپنے اپنے بچوں کو اچھے اچھے  
کپڑے پہنا رہی ہیں، بالوں میں شانے کر رہی ہیں، آہستہ  
حرب سے سجا رہی ہیں۔ صبح کو اپنے اپنے دل کا چین

مردار ہونے لگی۔ ستائے حسین اور حسین والوں کی بیگی اور بے بسی پر اسوہا ہاتھ ہوئے شامیوں اور کونیوں کے مظالم کے دردناک مناظر نہ دیکھنے کے لئے غروب ہونے لگے۔ آفتاب عالم تاب آفتق مشرق سے انسانیت سوز مصائب میں حسینی صبر و استقلال کا بحیر العقول مظاہرہ دیکھنے اور قیامت کے دن گواہی دینے کے لئے اپنی انتہائی تمارتوں کے ساتھ نصف انہار پر آنے کی کوشش میں مشغول ہو گیا۔ جہز پر نہ اپنے آشیانوں سے مظلوموں پر اسوہا ہانے کے لئے نکل پڑے حسین اور اصحاب نے عبادت سے فراغت پائی ظالموں کی طوطیوں کی فوج میں جنگ کے باجے بجنے لگے دو لاکھ پیر یوں کا لشکر اسلام کی وہ مستحکم عمارت جس کی نیو محمد مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ نے اپنے خون سے رکھی تھی ڈھانے کے لئے کمریں کس نے لگا تیاری کے سامان شروع ہو گئے۔

ادھر سبط رسول خدا بہتر بچوں بوڑھوں جوانوں کو آراستہ کیا علم لشکر عباس بن علی کو عطا فرمایا۔ یہ بہتر نفوس دو لاکھ کے مقابلے میں دیوار آہن کی طرح ٹکڑے ہو گئے۔ ایک طرف ظلم اور حیوانیت اپنی اکثریت پر ناز کر رہے تھے۔ دوسری طرف مظلومیت اقلیت اور انسانیت چند افراد کی قلت کو بھی بہت کچھ سمجھتے ہوئے امتحان دینے پر آمادہ تھی درندگی نے ابندگی ابن سعد نے ترکش میں تیر جوڑ کر نبی زادے کی طرف بے ادبی کے خیال سے پھینکا۔ جاٹھاڑوں میں سرخروشی کے جذبات بھڑک اٹھے۔ ہاتھ تلواروں کے قبضہ پر پونچ گئے۔ چترنوں پر

بل آگئے۔ گھوڑوں کی پشت پر شیروں کی طرح انگڑائیاں لینے لگے۔ لیکن بچا ہیں روئے مبارک حسین کی طرف پھر گئیں۔ امام نظروں کا مطلب سمجھ گئے اور جاد فی سبیل اللہ کی اجازت عطا فرمادی۔ حکم کی دیر تھی حق و باطل اللہ کفر و ایمان میں فیصلہ کن جنگ شروع ہو گئی۔ مظلوموں پر تیروں کا نیچہ برسنے لگا۔ تلواروں کی بجلیاں چمکنے لگیں۔ گرد و غبار کی گھٹائیں چھا گئیں۔ ادھر سے انفرادی آدھڑے اجتماعی اور مغلوبہ لڑائی ہونے لگی۔ ایک دلیہر چاروں طرف سے ہزاروں دشمن چڑھائی کرتے تھے۔ تیروں 'کنکروں' اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی۔ یکہ دہنا کو ہر ممکن طریقہ سے ہلاک کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔ لیکن حسین والے ظاہری فتح کے خواہشمند نہ تھے وہ جانتے تھے کہ سرمدی کامیابی اور دین محمدی کے احیاء بقا کا راز اسی میں مضمر ہے کہ ہم جفا کاروں کی تلواروں پر نگے رکھ کر اپنی عزیز ترین جانیں نثار کر دیں اور حق و باطل کا بول بالا کریں بچے جوان اور بوڑھے ہنس ہنس کر تیروں تلواروں اور میزوں کے زخم اپنے سینوں پر نفثت غیر مترقبہ کی طرح کھاتے تھے۔ سویرج اپنی منزلیں رفتہ رفتہ کر رہا تھا۔ آلات جنگ گرمی کی شدت سے تہی مائل ہو رہے تھے۔ لڑائی کی آگ دم بدم بھڑک رہی تھی۔ حسینی لشکر کے پچاس سے زائد بہادر ہر آلود شمشیروں اور پیکانوں کی بھینٹ چڑھ گئے۔ لیکن ظالموں کی فوج میں ہزاروں کی تعداد میں داخل جہنم ہو جانے پر بھی سپاہیوں کی فراوانی کی وجہ سے کبھی کا احساس نہ ہوا۔ یہاں تک کہ

آفتاب نصف النہار پر پہنچ کر ڈھلنا شروع ہو گیا۔  
ظہر کا وقت آیا اور گزر گیا۔ عصر کے قریب صحابہ و فادار  
اور افراد بنی ہاشم جام شہادت نوش فرما کر داخل  
جنت الفردوس ہو گئے۔

== ۵ ==

تاریخ آفتاب کی وجہ سے ریگستان کا ذرہ ذرہ  
تپ رہا تھا۔ جو جلتی ہوئی زمین کے تمام بخارات اپنے  
اندر جذب کر کے ہوئے شدت کے ساتھ چل رہی تھی۔  
دریا کا پانی سورج کی حدت سے کھول رہا تھا۔ تشنگی  
نے پیاسوں کو مدھال کر رکھا تھا۔ خیوں سے بچوں کی  
لعلش لعلش کی صدا میں اور بلند ہو رہی تھیں۔  
عباس سے یہ دردناک صدائیں نہ سنی گئیں۔ دل  
بے چین ہو گیا۔ امام کے پاس تشریف لائے۔ کہا آقا  
مولانا لوں کے مظالم برداشت نہیں ہوتے، صبر کا  
بیانہ بھر چکا ہے۔ اذن جہاد عطا فرمائیے تاکہ یہ غلام  
آس بلا کو دور کرے اور ان جفا کاروں کو بھڑکے بکریوں  
کی طرح بیاں سے بھگا دے۔

حسین علیہ السلام کو عباس کی قوت کا اندازہ تھا۔  
جانتے تھے کہ علی کا فرزند ہے، بہادر ہے، اگر صحیح طور پر  
جنگ کی اجازت دیدی تو آن کی آن میں تہ تیغ کر دیجگا۔  
اور پھر جس مقصد کے لئے آئے مظالم برداشت کئے ہیں  
اتنی تکلیفیں اٹھانی ہیں ایسے ایسے رفیقوں اور مددگاروں  
کے داغ بدائی سینے پر رکھائے ہیں، شائد پورے طور سے  
مکمل نہ ہو سکے۔ فرمایا بھی عباس تم تو داغ مفارقت

مرد و عورت تمہاری وجہ سے اہل بیت کو ڈھارس ہے  
لشکر کی دھاک قائم ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ خیوں کی طرف  
بے ادبی کے خیال سے نگاہ بھر کر دیکھ سکے۔ جب بابا (علی)  
خیر خد کے دیکھنے کو دل چاہتا تھا تو تمہاری طرف دیکھ  
لیا کرتا تھا۔

جو ابد یا آقا بچوں کی لعلش لعلش کی عبرت  
آوار میں نہیں سنی جاتیں۔

فرمایا اچھا اگر یہی دل میں ٹھانی ہے تو شک ہی لیجا  
اگر ممکن ہو سکے تو تھوڑا سا پانی لیتے آنا۔

یہ سننا تھا کہ غیظاً او دلچہرے پر ایسی کی ہلکی سی  
جھلک دوڑ گئی سرخم ہو گیا ٹھنڈی آہ بھری خمیہ  
حرم میں تشریف لائے۔ اہل بیت کو بادیدہ ہاتھ پر  
رخصت کیا۔ مشک لی اور دریا کا رخ کیا۔ رہنمائی  
اشقیاء حاکم ہوئے، ملواریں پر تلواریں چلنے لگیں۔

نیروں کی بوجھار ہونے لگی۔ یکہ دہنا پر سیکڑوں اور  
ہزاروں نے اجتماعی حملہ کر دیا تاکہ دلیر دریا پر نہ پہنچ  
سکے۔ لیکن شیر بیشہ شجاعت نے شامیوں کی ٹڈیوں  
فوج کو بھڑوں کے گلے کی مانند کوسوں دور بھگا دیا۔

اسرائیل کا دل بند بھرے ہوئے شیر کی مانند ترائی  
میں داخل ہوا۔ مشک پانی سے بھری نہر سے باہر تشریف  
لائے اتنے میں لشکر مخالف کے سرداروں نے بھاگی ہوئی  
فوج کے منتشر سپاہیوں کو جو شش غیرت اور مال ذرہ  
کی طبع دلا کر کہا کیا۔ سقے پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا  
گیا۔ بنی ہاشم کا چاند شام کے بادلوں میں گھر گیا۔

کہ کہا آج آخری وقت بھائی کہہ دو۔

عباسی نے قدموں پر سر رکھ دیا آنکھوں سے  
دل کا لہو بننے لگا۔ نزع کا وقت قریب آ گیا۔ لب ہلے  
اور ہچکیوں کے ساتھ بھائی کا لفظ زبان پر جاری ہو گیا۔  
حسین لپٹ گئے۔ بتیس سال کے جوان بھائی نے ایک  
آخری ہچکی لی۔ روح جانب جنت پرواز کر گئی۔ ساتھ  
چھوٹ گیا۔ کمر ٹوٹ گئی۔ ۱۰ مشکوں نے خیر مقدم کیا اور  
کلمہ کا فدیہ ہار گاہ حسین میں قبول کر لیا گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

## شعر کرام کیلئے حسینی نذر

تیرہ سو سالہ یادگار حسینی کے موقع پر یوم احسن کیٹیج بمبئی  
نے طے کیا ہے کہ شعرائے کرام مرح جناب سید شہدائیں  
صرف ایک راجی اردو زبان میں جو تیرہ سو سالہ یادگار حسینی  
کے مضمون پر حاوی ہو۔ کہہ ۲۵ جنوری تک ذیل کے پتے پر روانہ  
کریں جن میں سے منتخب شدہ دس ربا عیات پر مذکورہ ذیل  
حسینی نذر پیش کی جائے گی۔ (۱) ۵۰ روپیہ اور یک ٹغہ (۲)  
۴۵ روپے (۳) ۴۰ روپے (۴) ۳۵ روپے (۵) ۳۰ روپے (۶) ۲۵ روپے  
(۷) ۲۰ روپے (۸) ۱۵ روپے (۹) ۱۰ روپے (۱۰) ۵ روپے۔

تمام ربا عیات کو کتاب کی شکل میں طے کیا جائیگا۔ امام حسین سے عقیدہ رکھنے والے  
اساتذہ حضرات اقامت ہے کہ اپنے کلام حسینی میں کوئی اضافہ نہ کریں  
منقول: شعرائے کرام اپنا نام و پتہ ضرور لکھیں۔

یوم احسن کیٹیج سفیل بلڈنگ فلور اول فلوئوٹن فورٹ بمبئی

غضب کا رنگ بڑا۔ گھسان کی لڑائی ہوئی خون کی ندیاں  
ہو گئیں تہلنے بارہ سو بیس زبیر یوں کو قتل کیا۔ ناگنا  
کی نگاہ سے ایک شقی ازلی نے داہنا بازو قلم کر دیا۔  
مشک دانتوں میں دبائی گئی۔ شمشیر ابدار بائیں ہاتھ  
میں آگئی۔ برابر جنگ میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ  
دوسرا ہاتھ بھی شہید ہو گیا۔ مشکیزہ میں ایک تیر  
پیوست ہوا پانی بھنے لگا۔ سر اقدس گرد کے ایک ہی  
دار نے شگافہ کر دیا۔ فرس پر چکر اے سنبھلنا  
دشوار ہو گیا۔ فرس پر تشریف لائے آواز دی  
یا آقا ہ اداسی۔ حسین نے علی ار کی مدد سنی اس  
ٹوٹ گئی۔ ہونے والے واقعات آنکھوں میں پھر گئے۔  
کرم ہو گئی لبیک لبیک کہتے ہوئے بھائی کے آخری  
دیوار کو دریا کی سمت روانہ ہو گئے۔ حرم میں کرم بچ گیا  
بچوں کے دل اور بندھی ہوئی آسید بن ٹوٹ گئیں۔ کور  
ہاتھوں سے گر پڑے حسین دریا پر پہنچے دیکھا جانثار  
خاک و خون میں غوطہ رہا ہے دونوں بازو شہید ہو چکے  
ہیں سر زانو پر رکھ لیا۔ پوچھا۔ بھیا کوئی آرزو؟ کہا  
میرے آقا مرنے سے پیشتر آپ کے روئے مبارک کی دید کا  
مشتاق تھا پوری ہو گئی۔ اب کوئی خواہش نہیں درپا  
فرمایا۔ وصیت؟ جو ابد یا مولا بس یہ وصیت ہے  
کہ غلام کا لاشہ خیمے میں نہ لے جائیے۔ میں بچوں سے پانی  
کا وعدہ کر کے آیا تھا مگر وفانہ کر سکا۔

امام نے فرمایا عباسی ہماری ایک خواہش ہے  
کہ فرمائیے۔ جو ابد یا تم نے کبھی آقا و مولا کے سوا بھائی نہ

# سرورِ دہم دوام

۱۳۶۱ھ

(از جناب عزیز اختر صاحب سرحدی بی سی ڈی (فرنجی کولہٹ)

— ❖ — (خاص نظارہ کیلئے) ❖ —

نبی زادوں عظیم ناروا توڑا تھا دشمن نے  
 علی صغیر کو بھی زندہ نہیں چھوڑا تھا دشمن نے  
 شہاد کے کھلا ان کی یہ ہم پر راز رہا بانی  
 ہوئی مقبول درگاہ خدا انساں کی قربانی  
 وہ قربانی کہ جس سے آج ہے باقی مسلمان  
 حسین ابن علی سبط محمد نور انظر تھا  
 یہ سارا واقعہ تعبیر خواہاں بن آدر تھا  
 اگرچہ مانتی ہو حکم یہ دنیا کے دوں تیسرا  
 اگرچہ بڑھ گیا ہے اپنی حد سے بھی جنوں تیسرا  
 مگر ابن علی پر چل نہیں سکتا فسوں تیسرا  
 نگو گفت بن حیدر شمر را امر و خو غوار  
 کہ من شمر را انجام خودی کی پیر حیار

بساط دہر پر چھپائی ہوئی کالی گھاؤں میں  
 بحر وسعت ظرف نظر رنگیں فضاؤں میں  
 عرب کے ریگزاروں کی حسین کھنڈی ہواؤں میں  
 فغان لگی مجھے شعلہ فشان معلوم تھی ہے  
 اک آتش از زمین آسمان معلوم ہوئی ہے  
 نہیں یوار و در کی بے سبب سرگوشیاں باہم  
 نولے صدق شور کذب میں ہونے لگی مدغم  
 نظر آتا جواب ہم کو جو نظم کھنساں برہم  
 مزاج خاکیاں میں توجش بے ہنگام پیدا  
 حق و باطل میں تباہ جنگ کا قدم پیدا  
 سپہر دین احمد کے درخشاں چاند اور تارے  
 خدا کے برگزیدہ اور رسول اللہ کے پیلے  
 سوا دگر بلا میں قتل کر ڈالے گئے سارے



# عباس کی یادگار فائیں

از قاسم الملثمہ جامع لانا سید قائم مہدی صاحب قبلہ ابن سرکار شریعتہ ارجحۃ الاسلام  
کشف العلماء شمس العلماء قاسم لانا سید ابن حسن صاحب قبلہ عہدہ انصاریہ

آہ عباس آپ برج قبر میں ہیں لیکن آپ کی ہدایت آپ کی  
ضیائیں دنیا کو جگمگا رہی ہیں آپ گلشن جنت میں اپنے بابا  
علی مرتضیٰ اور برادر عالی گرام حسین کے ہم نشین ہیں مگر آپ کے  
اوصاف کمال کے گلشن میں حقیقت میں نگاہیں گھپنی کر رہی  
ہیں اگر آپ گلشن عبادت کے شگفتہ ہیں تو ہلکراخلاص  
کے باغ میں شاخ بانمہ میں تو کل صبر و استقامت کے  
چمن کی بہار ہیں جدوجہد و عزم و شجاعت کے باغ میں  
شام جان کے لئے خوشبوئے حیات پرو رہیں۔

آہ عباس آپ ہر منزل کی زینت تھے منزل علم و  
ادب ہو یا منزل تواضع و فروتنی یا منزل وفائے عہد و  
محبت اور کیونکہ آپ تمام منازل شرافت و بزرگی میں  
منازل ترین ہستی ہوتے آپ باب مدینہ علم کے چیتے فرزند  
ہیں سردار جوانان جنت کے وفادار بھائی ہیں فاطمہ ہزار  
کے نور چشم ہیں ام المومنین کے فخر خاندان ہیں زینب کے  
دل کا سہارا ہیں حسین کے قوت بازو ہیں سکینہ کے  
محبت والے چچا ہیں پھر کھلا آپ کے گلشن فضا کی کون  
سیر کر سکتا ہے۔ آپ کے مناقب کے پھول کب گلشن بہار

کے فقر و امن میں سما سکتے ہیں تمام فضائل و مناقب  
عابد اوصاف و عاصی اخلاق کی تعریف کرنا تو درکنہ  
آپ کی صرف وفاداری کی صفت و ثناء ناممکن ہے  
بیشک آپ نے معرکہ کربلا میں ریگستانی زمین پر وفا  
کے باغ لگا دیئے آپ ہی آسمان و فضا کے درخشاں آفتاب  
بن گئے۔ آپ ہی کی ضیاء باریوں سے آج تک چراغ وفا  
روشن ہے۔ آہ آپ کی وفاداری کے بہت سے  
آئینہ ہیں اور اکثر مقامات ہیں جہاں آپ کے قدموں پر  
وفا کے لئے سجدے کئے ہیں میں سب کا احصاء  
کر سکتا البتہ پانچ منزل ہیں آپ کی وفاداری کی نہایت قریب  
کرنا ہوں اس امید پر کہ سبب نجات ہو۔

وفا کی پہلی منزل اس لئے کہ گزشتہ دن و  
کے لشکر آئے اور رہا ہوئے ظلم کی اندھیان چلیں  
اور مٹ گئیں لیکن عباس آپ کی وفائیں کبھی مٹ نہیں  
سکتیں آپ کے کارنامے صغیر عالم میں آپ نے نہ کئے  
ہوئے ہیں۔ شمر بہت سے ہیں لیکن حسین کا اب پیدا ہونا

مولا اس کا غلام بھی اس کے ہمراہ ہے یہ غلام آقا کو  
کیونکر چھوڑ دے۔

**وفا کی تیسری منزل** { تلوار پر صیقل کر رہے  
تھے دفعتہ نظر جا پڑی ام کلثوم پر دیکھا کہ رو رہی ہیں  
آپ نے عرض کی شاہزادی آپ کیوں رو رہی ہیں فرمایا  
اپنی بندھی پر تم جانتے ہو کہ کل روز قربانی اولاد رسول  
ہے بڑی ہیں زینب اپنے لعل فاطمہ کے لعل پر نثار کر رہی  
آم لیلی اپنا شیر بھائی پر خدا کرے گی۔ ام فروہ قاسم کو  
نقدق کرے گی۔ رباب اپنا ششماہ بھائی پر نثار  
کرے گی غرض کہ ہر بی بی اپنی کمائی میرے بھائی پر لٹائیگی  
عباش میں ایسی بدتمت کہ کوئی فرزند نہیں رکھتی جو  
میں بھی سرخرو ہوں یہ سننا تھا کہ دوڑ کے قدموں پر  
گر پڑے اور عرض کی کہ شاہزادی اگر کوئی فرزند نہیں  
تو یہ غلام حاضر ہے اس کو اپنی طرف سے آقا کے قدموں  
پر نثار کیجئے۔

**وفا کی چوتھی منزل** { جب شمر نے آواز دی  
میرے بھانجے مجھے کچھ کہنا ہے۔ آپ کو اس سے کلام کرنا  
شاق تھا مگر حکم امام سے تعین پر مجبور ہوئے۔ شمر کے  
قریب اور بہت کراہت سے فرمایا کیا کہنا ہے۔ اس نے  
کہا عباش میں اس نے آیا ہوں کہ تم سب بھائی میرے  
بھانجے ہو دل نہیں چاہتا کہ تمہاری جوانیاں برباد ہوں  
تم سب امان امیر میں ہو حسین کا ساتھ چھوڑ دو لشکر کی

ناممکن ہے۔ میدان کر بلا کے ظلم کرنے والے بہت سے پیدا  
ہوئے اور ہو سکتے ہیں لیکن عباش آپ کی وفائوں کا  
دوہرانے والا قیامت تک نہیں مل سکتا۔ کیا وہ منظر  
بھونکنے کے قابل ہے جب امام حسین کو ولید نے طلبِ بیعت  
کے لئے پردہ شب میں بلایا مظلوم امام ولید کے پاس  
پہونچے ولید نے خبر مرگ معاد یہ کی سنائی اور طالب  
بیعت ہوا۔ آپ نے درپردہ انکار کیا اور ظاہر میں  
پردہ شب کا غدر فرمایا اور فرمایا کہ صبح کو دیکھا جائیگا  
ولید نے قبول کیا لیکن مردان نے مخالفت کی اور کہا کہ  
حسین اگر اس وقت نکل گئے تو ان پر قبضہ پانا محال  
ہے یہ خدا کے شیر ہیں بہتر یہی ہے کہ اسی وقت بیعت  
لے لو یا قتل کرو یہ سننا تھا کہ غصہ آگیا اور فرمایا کہ  
تیری بھی مجال ہے کہ مجھے روک سکے یہ آما د بلند ہوئی  
اور آپ کے کان میں پہونچی آپ بھر گئے اور دروازہ  
توڑ کر درانہ قسرمیں گھس گئے اور اپنے آقا کو بحفاظت  
باہر لے آئے۔

**وفا کی دوسری منزل** { جب امام حسین پر سجدہ  
کرنے چلے ہیں آپ اور علی اکبر ساتھ ہوئے امم نے  
جناب علی اکبر سے فرمایا کہ بیٹا تم پلٹ جاؤ میں نے  
اس کو تنہا بلایا ہے علی اکبر نے عرض کی اس کا فرزند بھی  
اس کے ساتھ ہے میں تنہا نہ جانے دوں گا۔

امام چپ ہو گئے اور متوجہ ہوئے آپ کی طرف  
اور کہا کہ بھیا عباش تم ہی پلٹ جاؤ آپ نے کہا کہ

سرداری ہو۔ عیش و عشرت سے بسر کرو یہ سننا تھا کہ مار  
غصہ کے کانپنے لگے اور فرمایا۔ تبت یداک وھن اشہ  
امانک بخلا تیرے ہاتھوں کو قطع کرے خدا لعنت کرے  
تجہ پر اور تیری امان پر غلام کے لئے اور آقا کے لئے امان  
نہیں ہم اپنے سید و آقا کو چھوڑ کے چلے آئیں۔

وفا کی پانچویں منزل { کیا یہ وفا فراموش ہو سکتی  
ہے کہ میدان کر بلا میں

عاشو رب کے دن اپنے تین بھائیوں کو اپنے سانے موت کے  
منہ میں دے اور ماتھے پر بل نہ آئے چنانچہ سب کے پہلے  
عبداللہ اکبر کو جن کی کنیت ابو محمد تھی مرنے کو بھیجا۔ یہ مرحلہ  
آسان نہیں بڑا دل چاہیے کہ بھائی کو موت کے منہ میں  
بھیج دے اور ماتھے پر بل نہ آئے۔ عبداللہ واد مر دانگی  
دے کے قتل ہوئے۔ پھر اپنے دوسرے بھائی جعفر اکبر  
کو جن کی کنیت ابو عبداللہ تھی میدان قتال میں بھیجا  
وہ بھی آنکھوں کے سانے شہید ہوئے۔ عباس کے  
ابرو پر شکن نہ آئی۔ پھر عثمان اکبر کو جن کی کنیت ابو عمر  
تھی عروس اجل کے حوالہ کیا اور خود دیکھتے رہے ان  
اتنا نسخہ سے نکل گیا ہو تو عجب نہیں کہ بھائی ابھی تو تیری  
شاہد بھی نہ ہوئی تھی کہ موت آگئی۔

جب تینوں بھائی قتل ہو چکے تو اب خود اپنی بھتیجی  
کے لئے اجازت کے پانی لینے چلے فوج بھاگ گئی۔

دریا پر قبضہ ہو گیا پانی بھر لیا واپس آنے میں اپنے  
شانے کٹائے۔ سر پر گرز کھایا۔ کنارے دریا گھوڑے  
سے گھرے آہ آہ عباس آپ نے مرتے دم تک وفا سے

منہ نہ موڑا۔ کیا ہیبت ناک تھا وہ خونی منظر جب آپ اپنے خون  
میں لوٹ رہے تھے اور علی اکبر سے وصیت کر رہے تھے کہ بیٹا علی اکبر  
عرب کا دستور ہے کہ جب کسی کی زائد توہین ہوتی ہو تو اسکی لاش  
پائمال کرتے ہیں مجھے یقین ہے کہ شہید آقا کی لاش ضرور پائمال کر گئے تم  
میری لاش لشکر میں بچو ادینا اور کھلا دینا کہ غلام کی لاش پائمال کرے  
آقا کی لاش کو پائمال نہ کرنا

برادر حضرت عباسؓ سا پیرا نہیں ہوتا

(بناب مو فی فضل علیؓ حسب فضل سکرٹری بزم انیس کو باٹ)

سلمیٰ جو کہ شہیدائے شہ والا نہیں ہوتا

حقیقت میں وہ بندہ بندہ مولانا نہیں ہوتا

شہادت کا جو منکر ہے وہ مومن ہو نہیں سکتا

مسلمان ہے مگر اسلام کا شہید نہیں ہوتا

شہید ملت بیٹا کا جو دامن پکڑتا ہے

اسے روز میں نگر و غم فردا نہیں ہوتا

محبت اور وفا کا پیکر یکسر نہ مانتے ہیں

برادر حضرت عباسؓ سا پیرا نہیں ہوتا

نیف میں کر بلا میں شہید اقدس میں بلا ہیں

سلمیٰ ماتم شیر کیا برپا نہیں ہوتا

کہا شیر نے اکبر سے لے سخت جگر یہ

کہ تجھ سے آج ایسا وعدہ نہ صغیر نہیں ہوتا

خط صغیر میں الباسے شکایت تھی فقط اتنی

مرے صغیر کا خط میں حال کیوں لکھا نہیں اتنی

زیارت کیلئے فضل عدہ بے تاب ہوتا ہے

کہ جس نے روئے اظہر کبھی دیکھا نہیں ہوتا

# == ترانہ عزم و شجاعت ==

اور حضرت ناطق بدایونی مدظلہ

ایک تیری مسکراہٹ جلوہ بریز رہی ہے      ایک تیرے حسن سے بزمِ جہان مٹ رہی ہے  
ایک تو ماہِ بنی ہاشم سراپا نور ہے      فکرِ انسانی سے تیری مدحِ سخی دور ہے  
تو حکیمِ ناز میں ہے کامیاب آرزو  
لے جوان ماہِ سیالے شباب آرزو

ایک تیرا عزم تھا پردہ دورِ اندوہ و جد      سجدہ آموز لائیک سخی تیری شانِ سجود  
سختی جلالِ حیدری کی تیرے چہرے میں نمود      تیری چشمِ معرفت سے تھا عیاںِ حسنِ شہود  
فقر سے لرزاں تھا تیرے عظمتِ شاہی کا وعدہ  
قوتِ بازو میں تھا تیرے یدِ الٰہی کا زور

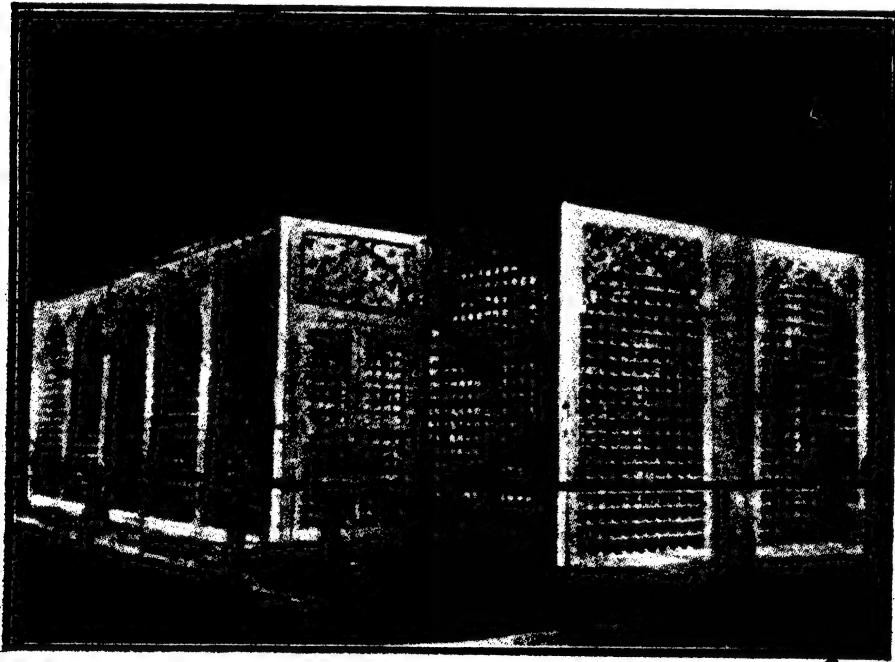
لافی کے دل لے پنہاں تری آواز میں      عظیمینِ شیرِ خدا کی تیرے ہر انداز میں  
معرفت کا درسِ کامل تیرے سوزِ ساز میں      معجزے عیسیٰ کے ہنگامے تیرے اعجاز میں  
ہنس رہی ہے تیری جرأتِ گردشِ افلاک پر  
ہنس رہی ہے تیرے خون کی ہے کربلا کی خاک پر

آہِ حیرے پیروں پر ہے مسلط دردِ دیاس      دستِ و پا مغلوبِ دلِ افسردہ اور چہرے داس  
نخلِ ملت کو نہیں آبِ دہوادِ نیا کی راس      ہے تیری درگاہِ والا میں ہی اب التماس  
خونِ باطل کو سوزِ لوجوانی پھونک رہے  
قوم کی رگِ رگ میں روحِ زندگانی پھونک رہے

تیرے عزم و رزم کی شاہد ہے خودِ نہرِ فرات      سرِ سجدہ ہے تیرے نقشِ قدم پر کائنات  
آٹ تیرے مردانہ تیورِ آٹ تیری شانِ ثبات      تیری چشمِ بندہ پرور پر ہے ناطق کی حیات  
قوم کو جو ہر دکھا پھر بدششِ شمشیر کا  
منظر ہے پھر زمانہِ نعرہٴ تکبیر کا

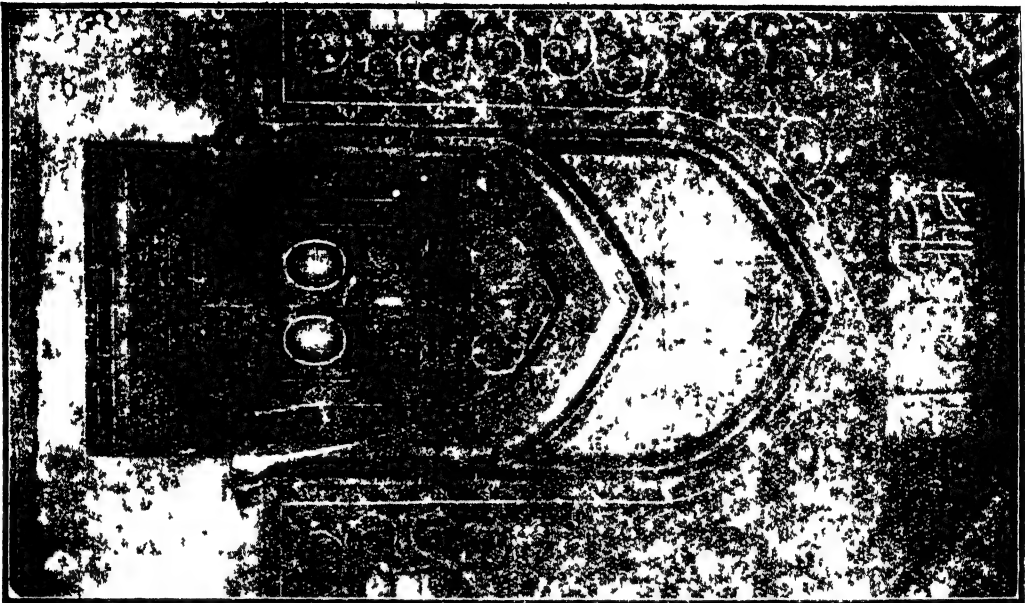


مذبح الشرف



”حضرت مہدی الشہداء کی مٹی ضریح“  
جو ہر ہوائی نس ملا طہر سیف الدین پشورائے بوہڑ کی جانب سے چڑھائی گئی ہے۔

یادگار عباسی بغداد



باب ضربت امیر المومنین علی علیہ السلام (مسجد کوفہ)



عالی مرادیت مدد بشیر حسین صاحب مہار ریلوی  
جو ریاست رانیور کے ہرماندر وزیر اعظم ہن

# اسلام پر حسین کا حکمان

از جناب مولانا شہید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ صدر الافاضل

سین کون ہیں؟ پیغمبر اسلام خاتم النبیین کے بھوٹے نواسے ہیں۔ رسول کا کرتے تھے کہ فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ کو اذیت پہنچائی اُس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اُس نے مجھ کو اذیت پہنچائی (۱۲)۔ نہ خدا کو یاد دہائی حسین اسی بنی زادے کا چھوٹا فرزند ہے حسین وہ ہے جو جانشین رسول قوت بازو پیغمبر اسلام کا چھوٹا بیٹا ہو حسین سرشت بان سید صبر کو دنیا منورہ میں پیدا ہوئے اور سات برس تک وہ نامدار مادر گرامی کی تربیت میں رہے یعنی رسول کے اخلاق پر ادب سیکھتے رہے اسی مختصر زمانہ میں رسول اللہ نے اپنے ۲۱ بھوٹے نواسے کو مختلف عنوان سے پھونک لیا ہے کبھی کہا کہ حسین میرا چھوٹا بیٹا ہے میں حسین سے ہوں یعنی حسین وہ ہے جس سے میرا اسلام میرا دین میری شریعت میری بات رہی ہے۔

حسین وہ ہے جس کا گوشت میرا گوشت ہے جس کا پوست میرا پوست ہے کبھی فرمایا میں خدا ہوں جاؤں اس پر چہرہ اپنے بیٹے ابراہیم کو نشانہ کر چکا ہوں کبھی فرمایا حسن و حسین سردار جوانان اہل جنت ہیں کبھی فرمایا حسن و حسین میری شنگی خیمہ ہیں کبھی ارشاد ہوا یہ دو لڑکے میرے لئے دو پھول ہیں جنت کے۔ کبھی زبان نبوت یوں گہر بار ہوئی خدا دوسرا رسول ہے اس کو جو حسین کو دوست رکھے گویا یہ اشارہ ہے کہ اگر خدا کی رضا و خوشنودی حاصل کرنی ہو تو حسین کو خوش رکھو اس کو نقش قدم پر چلو اس کے احکام کو مانو جو لازمہ محبت ہے۔

حسین اگر کبھی پشت رسول پر حالت نماز میں آ بیٹھے تو زرا ہی مجھ خدا جبریل امین آجاتے ہیں اور حکم خدا چلتا ہے میرے پیغمبر جب تک حسین خود سے پشت سے نہ اترے تم سجدہ کو طول دیتے رہو۔ رسول سلام سجدہ میں تسبیح خدا کرتے رہے یہاں تک جب ستر تہہ سبحان ربی الاعلیٰ و سجدہ کہہ چکے حسین پشت رسول سے اتر پڑے حسین کا یہ نفس بچنے کا فعل بہت نیک حسین نے سجدہ میں کثرت ذکر خدا کی راہ پیدا کر دی حسین وہ ہیں کہ اگر سجدہ رسول میں حالت غلط و پند میں پیغمبر اللہ کے پاس آ پہنچے تو سرور اسلام نے بڑھ کے گود میں اٹھا لیا اور زانو پر بٹھائے ہوئے حاضرین بزم کو خطبہ بھی سنا رہے ہیں اور نواسہ کو مبارک بنی کرتے جاتے ہیں گویا یہ ایسا ہے کہ حسین کی محبت جزو دین ہے حسین وہ ہے جس کی محبت قرآن و حدیث سے مسلمان پر جو کہ شریعت محمدی کا پیر و پد ہے واجب ہے حسین وہ ہے جو مطابق ارشاد پیغمبر با اتفاق سلیم سبطانی ارحمہ (یعنی بنی کی محبت



کے دو نواسے ایک حسن دوسرے حسین اکی دوسری فرد ہے حسین بھی اکی ذات سے اسلام کو عرض ہوا حسین وہ ہیں جنہوں نے اسلام کی بقا کی ذمہ داری اپنے سولے لی ہے حسین ظاہر خود مٹ گئے لیکن مصطفیٰ عالم پر اسلام کا نقش ہمیشہ کیلئے ابھار گئے کیوں نہ ہوں ان کے خون میں وہی طہارت تھی جو خون پیغمبر میں تھی ورنہ رسول کیوں فرماتے محکم بھی دو مکہ وہی حسین اپنے ناناکا کی طرح ظاہر و مطہر اور آئیے تطہیر کے صبح مصلح ہیں حسین اہل کسار کی پانچویں فرد ہیں خدا را بن عبد اللہ کہتا تھا کہ میں نے واثنہ ابن اسقع سے سنا کہ جب امام حسین کا سر مبارک (بعد شہادت) شام میں لایا گیا تو اہل شام سے ایک شخص نے آپ کو اور آپ کے والد بزرگوار حیدر کرار کو بڑا کہہا : واثنہ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ خدا کی قسم میں حضرت علی ادا امام حسن اور حسین اور خباب سیدہ کو اس وقت سے برابر دوست رکھتا ہوں جب سے میں نے حضرت رسول خدا سے ان کے متعلق حدیثیں سنیں چنانچہ میں اکیڈن خدمت نبوی میں کائنات نے واسنے زانو پر بٹھالیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام آئے تو ان کو آنحضرت اپنے بائیں زانو پر بٹھالیا۔ پھر حضرت فاطمہ آئیں اور ان کو اپنے سامنے بٹھالیا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اس کے بعد فرمایا اتنا یرید اللہ لیزید مہب عنکم الرحمن اہل البیت بطہرکم تطہیرا لے میرے اہلبیت خدا کا اسلواہ برابر بھی رہتا ہے کہ تم لوگوں کو برابر برابرائی سے دور رکھے اور تم لوگوں کو حقیقی طہارت مضاف رکھے۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۷)

اس قسم کی متعدد حدیثیں کنز العمال، مشکوٰۃ، صبح مسلم وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔

حسین کی ہستی کو محض اس نظر سے نہ دیکھنا چاہیے کہ وہ رسول اسلام کے نواسے ہیں بلکہ حسین وہ ہیں جنہوں نے پیکر عالم میں حریت کی روح چھونکدی دنیا میں آزادی کا علم گاڑ دیا۔ غریبوں کی ہمدردی مفلسوں کی خبر گیری مظلوم کی رعایت، ظالم کی سرکوبی یا ترک موالات کا سبق دیدیا۔ حسین اگر مذہب کے اعتبار سے اپنی بیانیے کے نہ بھی ہیں تو اقوام عالم کی نظر میں بنی نوع انسان کے مہر کامل ہیں۔

کیا تھا اگر حسین زید کی بیعت کر لیتے۔ سوال تو بہت آسان ہے مگر حسین نے زید کی احکام کو ٹھکرا کر تمام دنیا کو سبق دیدیا کہ جبر و استبداد سے انہما حق میں خوفزدہ ہونا ان نیت کے خلاف ہے اگر کوئی ظالم اپنی سطوت و حکومت سے حق کے خلاف کوئی حکم دے تو اس کے خلاف محاذ جنگ قائم کرنا فطرت انسانی کے موافق ہے کیونکہ حق پرستی فطرت انسانی کا جوہر ہے حسین اپنی زندگی بھر لوگوں سے دیکھ رہے تھے کہ زید کی بیعت کر لینا یہ صرف میری بیعت نہ ہوگی بلکہ حق کی شکست اور باطل کی فتح ہوگی رسول کی تبلیغی جدوجہد پر بانی پھر جلے گا لہذا زید کو دو امرا الٰہی کے برطرت کرنے میں اور نواہی باری کے رواج دینے میں کوئی خطرہ نہ باقی رہے گا۔

زید جانتا تھا کہ حسین پیغمبر اسلام کے نواسے اور ان کے سچے جانشین ہیں انھیں پیغمبر اسلام نے اپنی تمام کائنات سپرد کر دی ہے وہ اپنے ناناکے شریعت کے مخالفت کوئی امر گوارا نہ کریں گے۔ زید کو کس چیز کی کمی تھی کہ وہ ایک گوشہ نشین فرد سے

بیعت کا طالب ہوا وہ بھی وہ جس کے یہاں سے ناقونہ فائے کی حالت میں سائل محروم واپس نہ ہوئے یزید جانتا تھا کہ شریعت  
محمدی میں شر بخواری و زنا کاری ظلم و بدعت حرام ہے جب تک حسین کی ذات موجود ہے ان افعال قبیحہ کو رواج نہ ہو گا یزید نے  
چاہا کہ جب یہ چراغ ہدایت گل ہو جائے گا تو ایک مرتبہ پھر دنیا کو وضاحت کی تاریکی میں آپٹے گی اور پھر اس اندھیری میں چاندی  
کروں گا۔ یزید نے اپنی دانست میں جو کیا خوب کیا لیکن یزید کو اس کی خبر نہ تھی کہ ان بیگناہوں کے خون کا ایک ایک قطرہ شمع ہدایت  
جن کو دنیا کو روشن کر دے گا۔ نواسہ رسول بڑی بیدردی انتہائی ہیرجی کے ساتھ روز عاشورہ شہید ہو کر دیا گیا مگر انداز قربانی ایسا  
پند یہ باری ہوا کہ آج بھی اس نے اس کا نام مثل آفتاب عالم تاب روشن ہے۔ اور کیونکر نہ اس کا نام روشن ہو جس کی محبت  
پیکر اسلام، خون اور ہر حساس افراد انسانی کے لئے سرمایہ حیات ہے یہی وجہ ہے کہ جب انقی سار پر ہلال محرم منور ہوتا ہے  
آنکھیں منٹاک ہو جاتی ہیں دل میں درد اور جگر سے ہوک اٹھتی ہے خیال آتا ہے کہ یہی وہ مہینہ ہے جس میں آل رسول کریم مدظلہ  
اور لوکی لپٹ میں نحر انوردی میں مشغول تھے یہی وہ مہینہ ہے جس میں سردار اسلام کا باغ منا پامال خزاں ہوا یہی وہ مہینہ ہے جس میں  
بنی زادی کی کمانی لٹ گئی یہی وہ مہینہ ہے جس میں علی کا لالہ ام و منائب میں گرفتار تھا یہی وہ مہینہ ہے جس میں آل رسول پریت  
کا پار ٹوٹ پڑا۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں حسین کے بچے عطش و عطش کی صدا میں بلند کر رہے تھے لیکن ان کو کوئی پانی دینے والا نہ تھا یہی  
وہ مہینہ ہے جس میں گلشن اسلام میں باد خزاں کا زبردست جھوٹکا آیا تھا مگر حسین نے اپنی بربادی کو اراکی اور اسلام کے باغ کو اودی طرح  
ہر ابھار رکھا جیسا کہ ہم پیغمبر میں تھا اگر حسین اپنی جان بچاتے تو کوئی مظلوموں کی ہمدردی کرنے والا نہ ہوتا اگر حسین اپنی جان عزیز کو  
محبوب کرتے تو آج امور شریعت میں آزادی سے انجام پاتے ہی سبگز انجام نہ پاتے حسین نے دکھا دیا کہ اگر نیت میں خلوص اور ارادہ  
میں استحکام و استقلال ہو تو نبی سے بڑی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی واقعہ یہ ہے اور مثل یہی ہے کہ حق کا بول بالا ہوتا ہے جس میں حق  
تھے انھوں نے حق کا نام بانی رکھا جی تو ایک بالمعرفت بزرگ شاہ معین الدین چشتی اس واقعیت کا اظہار یہ فرماتے ہیں۔

دین حسین بنی نہاہ حسین

شاہ است عین شاہ است عین

تھا کہ بنائے لا الہ الاست عین

سزا و ادب است کہ دوست یزید

# مولائے کاشنا

(حضرت ضیا — عظیم آبادی)

جس پر تمام دولت کو نین ہے نثار  
جس پر درود پڑھتے ہیں جن بشیر نثار  
جس نے کیا ہے عہد محبت کو استوا  
بنت سول پاک یہ نور عین ہے

یہ شاہ دوسرا کا نواسہ حسین ہے

تکلیں جس کے دم سے سالت کی ہو گئی  
پر نور جسے شمع ولایت کی ہو گئی !  
جس کے سبب شان مشیت کی ہو گئی  
یہ جان مرقی ہو یہ زہرا کا چین ہے

یہ شاہ دوسرا کا نواسہ حسین ہے

سرتنق دبر صاحب ایمان اگئی  
جس کی رضا سے حق پیمانی مر گئی  
بیشک کلمہ توحید ہے ہی  
یہ فاطمہ کے قلب شہ کا چین ہے

یہ شاہ دوسرا کا نواسہ حسین ہے

گزار بار ہو صبر و ظلم و ستم میں بھی  
جو سب سے پیش پیش تھا اطفاف کرم بھی  
جو کار بار تھا ہر آنکس رخ و غم میں بھی  
یہ جانشین فاتح بد رو حسین ہے

یہ شاہ دوسرا کا نواسہ حسین ہے

جس نے جوان لال کو اذن غادیا  
جس نے کبر و بزرگ جہاں کو سکھایا  
جس نے خدائی راہیں سب کچھ لٹا دیا  
مولائے کاشنا شے مشرقین ہے

یہ شاہ دوسرا کا نواسہ حسین ہے

آیا تھا جو جہان میں پیغام کیلئے  
ترسا ہو کر بلا میں حج اک جام کیلئے  
قربان ہو گیا ہے جو سلام کیلئے  
جس کیلئے ملک میں بھی اک شہر خفا ہے

یہ شاہ دوسرا کا نواسہ حسین ہے

تخلیق جس کے واسطے کون مٹاں ہو  
پر نور جس کے نور سے دونوں جہاں ہو  
راز نہاں خدا کے بھی حیرت عیاں ہو  
غیر کے بادشاہ کا یہ نور عین ہے

یہ شاہ دوسرا کا نواسہ حسین ہے

جسکی دلا بے باغی تکیہ و دھج  
زنگین جس کے دم و بونی ہو کیش  
احمد کے گلستان کا ضیا ہو جو باغیا  
قربان جبہ قلب شکستہ کا چین ہے

یہ شاہ دوسرا کا نواسہ حسین ہے

# محو فاء

— از عالجباب مولانا سید محمد مصطفیٰ صاحب قبلہ: —

پیغمبر اسلام کا یہ ارشاد مقدس کہ بعثت لا اتم مکارم الاخلاق (میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ اخلاق کی بزرگیوں کو انکی حد تک (تک پہنچا دوں) جہاں حضرت کی بعثت کا خلاصہ اور تفسیر اس کے کارناموں کا پتہ ہے۔ وہاں اس بات کا سربراہی ہے کہ بعد رسول جانشینی کا حق انھیں تھا جنہوں نے پیغمبر اسلام کی اس داغ میں پر عمارت اٹھائی اس سرشت پر خیریں لکھیں اور اسی نقص قدم پر گناہن رہے نہ ان کو جنہوں نے مکارم اخلاق کے پر تو سے اپنے دل کو منور کرنا کجا اس میں اس نو کیلئے روزن تک نہ چھوڑا بنی ہاشم کی باہمی نزاعیں اسی اصول کے ماتحت ہیں کہ بنی ہاشم مکارم اخلاق کے علمبردار تھے اور بنی امیہ وی اخلاق کے ادھر خوف خدا تھا اور ادھر نافرمانی اور احکام الہی کی تعلیم تھی اور ادھر توہین اور ہریت رسول کی پوری پوری متابعت تھی اور ادھر مخالفت۔ اور ادھر تواضع کی ترویج تھی اور ادھر تنسیخ۔ اور ادھر مساوات و برابری کی تعلیم تھی اور ادھر قسیرت و فخر و بجا کی تلہتین۔ اور ادھر جو دنیا کا دور وازہ اپنے اور اپنے بیگانے دونوں کے لئے برابر کھلا رہا۔ اور ادھر ذمی الارحام ہی کی تعلیمیں بھری گئیں یہ وہ سامنے کی مثالیں ہیں جن سے صفحات تاریخ جلوہ پھی۔ دنیا زر پرست ہے اور زر کی بارش میں نشوونما پاتی ہے دلم زردہ پر زو طاقت رکھتا ہے کہ بڑے بڑے باہمت و باخیرت اس کے اسیر نظر آتے ہیں الا ماشاء اللہ یعنی وہ ہستیاں جنہوں نے اپنے دلوں کو پنجہ مشیت الہی میں دیدیا ہو وہ کبھی اس دام میں نہیں آتے اس دام میں اُن کا آنا کیسا یہ دام اُن سے ابھتا تک نہیں ہی سبب تھا کہ بنی ہاشم کی جانب کثرت نہ رہی یہ قلیل جماعت تھیں من عبادی الشکور کی مصداق رہی اور اسی عالم میں مکارم اخلاق کی تعلیم اپنا شعار رکھا بنی امیہ نے اپنے زمان عروج میں اپنی ہمہ گیر طاقت سے ایسا زبردست حملہ مکارم اخلاق کی عمارت پر کیا کہ اپنے زلم: انفس اور گود والی ڈال۔ لیکن دنیا کی نگاہوں کے سامنے مظلومیت کا غبار عائن تھا جس میں مکارم اخلاق کی عمارت اسی طرح سرخشا کٹ کٹیدہ رہی یہی پہلے تھی جب غبار مظلومیت نے دگاہوں کو راہ دی حق تلاشی نے رہبری کی تو دنیا کی حق بین نگاہوں نے سمجھا کہ یہ عادت (مکارم اخلاق) نہ سمار ہوئی ہے (ورنہ قیامت تک اسپر زوال کا اثر ہو گا۔ جن کی توں تا جہ شر قائم رہے گی۔ و زبردست حملہ کر بلا کا غنیمت نظر تھا جس میں بنی ہاشم اور اُن کے مٹھی بھر جاں نثار اس عمارت کے گرد ہر پرے بٹلائے ہوئے تھے جو یکے بعد دیگرے مکارم اخلاق کے قدموں پر مرزا کر گئے اس معرکہ میں شجاعت و غیرت۔ بہمت و مروت۔ صدق و وفا۔ خدا ترسی۔ خدا پرستی حق کو شی حق پروری۔ ادا و مظلوم و مدافعت ظالم کوئی شعبہ اخلاق ایسا نہ تھا جس کی سچی تصویر عالم کے سامنے نہ آگئی ہو یہاں تک کہ

عبرہ مکام اخلاق حسین صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی زبان مقدس پر یہ کلمات جاری ہوئے لا اجد صحابہ اہر او فی من اصحابی زبان معصوم کے کلمات حقیقت سے بے لگاؤ نہیں ہوتے محل تبلیغ و بیان وصف میں مبالغہ سے دور رہتے ہیں وہ اس بات کے محتاج نہیں کہ غلو کی حدیں کلام لا جائے تو مؤثر ہو یا قابل عقاب ہو وہاں تو حقیقت کی روح اور الفاظ کے پیکر ملتے ہیں جو فرمایا وہ مطابق واقعہ۔ امام حسین علیہ السلام کا اپنے صحاب کے بارہ میں یہ ارشاد کہ میں کسی کے صحاب کو اپنے صحاب سے زیادہ فائدہ اور نیکو کار نہیں پاتا۔ یہ ان کا مکام اخلاق کے نمونوں کے لئے بہترین مدع ہے جسے مجاز سے دور کا بھی کوئی رشتہ نہیں ہوتا یہ تاریخ نگار کی ورق گردانی کرنے والے ملتے ہیں کہ امام حسین نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا ایک ایک حرف ایک ایک فقرہ حقیقت کی منزل میں ہے اس ارشاد نے عمومی حیثیت سے اصحاب کی منزلت آشکار کر دی لیکن جس طرح انبیاء و نبوت کی منزلت میں مشترک ہونے کے بعد بھی ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں اسی طرح ان صحاب میں بھی اس منزل پر دفاتر مشترک ہونے کے بعد ایم فاضل و ترجیح ضرور ہے کیا خود زہر پیہم پلہ ہو سکتے ہیں کیا لڑل ابن ناثہ و صیب ہم رتبہ ہیں کیا صحاب و بنی ہاشم برابر ہیں کیا امام بنین کے بیٹوں میں مساوات ہے۔ ہرگز نہیں تین بیٹے ایک طرف اور عباس ایک جانب جب بھی ہمہری نامکن ہے۔ میں جناب عباس کی ان تمام خصوصیتوں کا جو ان کی ذات سے منحصر نہیں تو کہ کر کہ صرف اس وصف جانب رجوع کرتا ہوں جس کا ذکر امام حسین نے اپنے اصحاب کے بارے میں کیا ہے اور وہ تیر و وفا ہے حضرت عباس کی وفا کا تذکرہ اتنا عام ہے کہ اس کے وصف کے سوا آپ کا اور کوئی دوسرا وصف ذکر ہی نہیں کیا جاتا۔ نہ علم و معرفت کا۔ نہ عبادات کا۔ نہ اخلاق وہ امانت حسنہ کا نہ زہر و درخ کا۔ جو ہے وہ وفا کا تذکرہ کرتا ہے۔ لیکن اس منزل میں وفائے عباس کی تصویر اس حیثیت سے بیان کی جاتی ہے کہ استدلال بری صورت اختیار کر لیتا ہے میں بھی وفا ہی کی جانب متوجہ ہوں۔ لیکن اس ارادہ سے کہ بیان ارشاد معصوم کے دائرہ کے باہر نہ جاسکے اور اگر وفائے عباس کی مدح ہو تو زبان معصوم سے اس میں شک نہیں کہ عباس کی وفا کوئی پوچھے حسین سے لیکن اس وفا کی تصویر کش یوں کر نہ کرنا کہ اگر ایک شخص کی دو بیبیاں ہوں اور دونوں کے اولاد ہو تو باہم بشری حیثیت سے کشیدگی یعنی سوتیلان بنائیاں ہو ہی جاتا ہے اور جاد بیجا اس کا اظہار ہو تا رہتا ہے لیکن عباس اس امر میں مغشور ہیں کہ انھوں نے اس پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا اور حسین کو حقیقی بھائی سمجھتے رہے۔ یہ ہے عباس کی وفا کا کارنامہ یہ سچے نزدیک اس میں عباس کی مدح بہتر ہے۔ مرتبہ کی تنقید ہے عباس اور حسین میں تو خون کی شرکت موجود ہے لہذا کافر ہے ورنہ ایک مہل کی دو شاخیں ہیں اگر اس شرکت نسلی کی بنا پر وفائے عباس قابل صد ستائش ہے تو اصحاب حسین کو حسین کے ساتھ تنا بھی را لہذا نہ تھا لہذا ان کی وفا خالص توبہ اللہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے صحاب حسین کا پیراں نظر آتا ہے اور معاذ اللہ جناب عباس کی وفا کا پلہ سبک کیونکہ ان کی وفاداری شرکت نسلی کی تمتوں تھی اور جس طرح عباس نے خود کو حسین کا علاقہ بھائی سمجھا اصحاب نے اپنے کو غیر نہ جانا پھر وہ صنفوں میں کیا ذوق و اختیار باقی رہ جاتا ہے لیکن اب معرفت جانتے ہیں کہ عباس عباس ہی تھے۔ اور صحاب صحاب ہی

تھے اولد سرکولابیہ کے مطابق عباس کو علی ابن ابیطالب سے جو کمالات وراثت ملے تھے ان میں صحابہ حسین سے ایک کی بھی شرکت نہیں تھی۔ پھر خصایص ذابۃ علیہ ہیں دیکھئے امام حسین اپنے اصحاب کیلئے کیا فرماتے ہیں لا اجد اصحابا ابرو ادنیٰ من احمالی۔ یعنی ان میں سے ایک ایک اپنے وقت کا سمان و ابوذر تھا اس ارشاد نے ان حضرات کی حقیقت سنایاں کوی اور بتادیا کہ ان کو دوسرے عصر کے صحاب کے سامنے لایا جائے تو یہ ابرو ادنیٰ ہی نکلیں گے عہد نبوی و علوی و حسینی میں گزرا چار ایسے نکلے تو یہاں بہتر کے بہتر ایسے بھی ہیں لیکن اگر زبان معصوم ان برگزیدہ صحاب کو ایک پدمیں رکھے اور عباس کو دوسرے پدمیں تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ عباس کی شہرت کہاں ہو سکتی ہے۔ سنئے مظلوم کر بلا اپنے قوت بازو کے اذن جہاد کے قوت کیا فرماتے ہیں اذا ذہبت ذہب عسکری اگر تم گئے تو میرا لشکر جاتا رہے گا۔ زبان حسین نے بتادیا کہ عباس تن تنہا ایک لشکر ہے اس لشکر کے خصوصیات پیش نظر رکھو اور دیکھو مظلوم کر بلا نے انھیں ابرو ادنیٰ کہا ہے تو کل اصحاب کی دفا ایک پدمیں اور عباس کی ٹہنی دفا ایک پدمیں بھی تو امام حسین عباس کو اس وقت تک بچاتے رہے جب تک لشکر ہاگویا ایک لشکر کو میدان میں رٹھے کو بھیجا اور دوسرے کو محفوظ رکھا۔ جب پہلے لشکر کا خاتمہ ہو چکا تو اس لشکر کو آگے کیا یہ دفائے عباس جس کی نظیر عالم کے درق پر ملنی محال ہے۔ یہاں دنیا میں اسلام کے وفادار بہتر اور اسلام کے وفاداروں میں حسین مظلوم کے وفادار بہتر اور ان سے بالا رونق عباس گویا روز عاشورہ معنی وفا پیکر عباس میں مجسم ہو گئی تھی اور اس واقعہ کے بعد نہ تو کوئی ایسا معرکہ ہو گا نہ دفا مجسم نظر آئے گی

## آیات قرآنی کے ساتھ

از جناب نانک چند صاحب نانک لکھنوی!

|                                          |                                            |
|------------------------------------------|--------------------------------------------|
| فاطمہ بھی روئیں میری اشک نشانی کے ساتھ   | خود پریشاں ہو گئیں میری پریشانی کے ساتھ    |
| حشر تک ہو گا نہ اہل بیت سے قرآن جدا،     | ہے وہ ان کے ساتھ یہ آیات قرآنی کے ساتھ     |
| خانہ کعبہ میں آیا نصیری کا خدا،          | سرتوبوں کے بھک گئے سجدوں میں حیرانی کیساتھ |
| کہہ کے پلٹی آنکھ کی پتلی کے وہ آئے علیؑ، | نزع کی شکل ہوئی آسان آسانی کے ساتھ         |
| کاٹ کر جب فرق مرحب کو اٹھی تیغ علیؑ،     | چار آئینے میں منہ تکتے تھے حیرانی کے ساتھ  |
| حلق صغیر پر لگا ناوک تو یہ بولی ققتا     | بخشش امت نکھی تھی اس کی قربانی کیساتھ      |
| تھالب سرور پہ بعد قتل خالق شکر ہے        | کٹ گئی تن سے مری گردن کس آسانی کے ساتھ     |
| پھوٹ کر زندا نضائے توطن اہل حرم،         | زندگی کے دن کٹے لیکن پریشانی کے ساتھ       |
| پریش روز قیامت کا ہونا نانک خون کیوں     | ہو گلاس دن حیدر کرار کے جانی کے ساتھ،      |

# روزِ عاشورہ کی خیرات

قوم کے بہترین انشا پرداز حضرت ربیب اک ماہلی کے قلم سے

۔۔۔ (۱) ۔۔۔

فیروز کی وہ صدا بھی نہایت دلہذاں پذیر ہوتی ہے جب کہ تمام دن کی دوا دوش کے بعد ماہی دسی دنا امید ہی کا میتناک غلوٹ سانسے آجاتا ہے جنطار و جنطار جڑھ جاتا ہے۔ شکل شامیت میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ہر شخص کی ہمدی و رحم کا جانا میں کے لئے دل کر گھٹانے والے الفاظ کو یوں دہراتا ہے کہ۔

”خدا اور رسول کے واسطے میں! الہیت اہمار کے صدقہ میں! اپنی جوانی کے طفیل میں! بابا بچوں کے تصدق میں! عین کے نام پر ایک پیسہ! حسین تیری کٹائی میں برکت دیں گے۔“

جنہر ان حضرات نے اپنی ترس کھنکھار میں آباد کی سڑکوں پر یاد ملی کی جامع مسجد کے سامنے یا دیگر مقامات و موقعوں پر اپنی بساط کے ہاتھوں پر کچھ رکھا ہے۔ انہیں ان کی ندرت زدہ طبیعت کا کافی احساس ہوا ہوگا امدان کی نظریں اس عبرتناک منظر کا کیف اکثر حاصل کرتی ہوں گی۔

پچھلے غریب و غفل آدمی پر اس کی زندگی بھی یاد ہو جاتی ہے اس کی بے لطف زندگی پر وہ رعنائیاں نہیں ہوتیں جو اذنی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں، وہ ہر پہلو سے نامکمل انسان نظر آتا ہے اس کی فہم و فراست کا دائرہ محدود ہو کر ایک سال کا نقطہ پر آ جاتا ہے۔ وہ ہمت ہار بیٹھا ہے اور بیکاروں کی صف میں ممتاز حیثیت سے رہنے لگتا ہے۔ کاش وہ قدرت کے عطا کئے ہوئے اعضاء و جوارح سے کام لیتا۔ محنت و مشقت، کی ذریعہ معاش بٹھاتا۔ مزدوری و جرات کی پاک کڑی کو خدائی دین تصور کرتا تو آج اس کے چہرے پر اس زندگی پریشانی کے آثار نظر نہ آتے اور دنیا اسے اس حیرت انگیز نگاہ سے دیکھتی جس کا آج وہ شکار ہو رہا ہے بلکہ آج اس میں وہ جو ہر جوڑ ہونے سے تمدن دنیا تلاش کرتی ہے۔ جس کا ملک بھوکا ہے جس کی قوم پیاسی ہے جس کی برکت سے جاپان و امریکہ دیگر ممالک دنیا سے انجنا صنعت و حرفت کا خراج وصول کر رہے ہیں اور دنیا نہایت خوشی و رغبت و خواہش کے ساتھ ان کی محنت و جفا کشی کی تادوسنے و چاندی کے سکوں سے دے رہی ہے۔

لیکن کہیں ان فیروز سے ان معمول و امارات انسانوں کی طبیعت کی بچی ذلالت کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے جو ہمیشہ رو پہلی دھڑی، ٹھیکریوں سے کھیل کر رہے ہیں، عالیشان بچہ محلوں میں رہا کرتے ہیں، جن کا دل و دماغ باغات کی سیر و تفریح سے صبح و شام لطف اندوز ہوا کرتا ہے جن کے لئے مات کھیا آتی ہے ایک پر سجادہ ساتھ لاتی ہے یا سینا و ٹائیز کا ایسا پرہار و عورت نامہ پیش کرتی کہ مردوں کے ساتھ



عورتوں کے دل بھی تڑپ اٹھتے ہیں، اور دلکش و مجاذب نظر لائق تصویروں کا نقشہ دیکھ کر زندگی میں انقلاب عظیم پیدا کر دیتا ہے اور انہیں اس بات کی بالکل خبر نہیں ہوتی کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟ ہر مریضی طرح انسان کا کیا حق ہے؟ کہیں اس مردِ امانی سے ہمارا امتحان تو مقصود نہیں ہے؟ ایسا نہ کہ امید ہے ہم سے اس کی باز پرس ہو اور جس نے ہم کو یہ دولت عطا کی ہے وہ سوائے کچھ کے کیا اس میں غریب و مساکین کا حق نہیں تھا۔ بیواؤں اور یتیموں کا حصہ نہ تھا، قومی و ملکی ضروریات کی ذمہ داریاں نہ تھیں، حق امام نہ تھا، ہم نے صاف صاف رسول کی زبان سے کہلا دیا تھا کہ زوی القربا و الیتیم و المساکین و بن السبیل پھر ہم کیا جواب دیں گے۔

### ===== (۲) : =====

شاہ کے شہر شہر بیروت کا قاضی انہیں لوگوں میں تھا جن کے گھروں کو دولت نے دیکھ لیا تھا مگر یہ ناممکن تھا کہ کبھی شہر پر بیٹھ جاتی اور..... چنیٹی وہاں تک پہنچ جاتی اور اس کے انڈے بچے تک تلف نہ کر دیتے جلتے۔

چنانچہ بیروت جیسے مہذب شہر میں جو کہ علماء و فضلاء کا مسکن تھا اساتذہ ادب کی منزل تھی جہاں کے علماء بچوں تک کی اور سی زبان کی وہ وہ خدمتیں یورپی و امریکن اصول پر کر رکھی تھیں کہ آج بھی ان کی تصنیف شدہ ہزاروں کتابیں پائی جاتی ہیں قاضی کی دولت و عزت کا تذکرہ ازراہ تسخیر کیا جاتا تھا اور تجدد تلاش تھی کہ کوئی موقع آئے تو لطف کے ساتھ اس کا رد و ثانی کا تذکرہ زیب رہ قلم و قرطاس ہو۔

اب اسے اتفاق کئے یا ان کی تئناؤں کا اثر ایک سال روز عاشورہ گھر سے نکلتے ہی قاضی صاحب نے ایک فقیر کو دیکھا جس کا چہرہ بھریاں اس کے پوشیدہ لباس کی شکوہ سے ملتی جلتی تھیں جسے دیکھ کر خواہ مخواہ اس آتا تھا جس کے جوتے کئی دفعہ کانٹھنے کے بعد بھی دانتوں کو دکھائے ہوئے تھے جس کے ایک ہاتھ میں ایک ماترا شیدہ ڈنڈا اور دوسرے ہاتھ میں کٹکول بنی ہوئی ٹوپی تھی، قاضی کو دیکھتے ہی فقیر نے کہا۔

میں آپ کے پاس آج روز عاشورہ جیسے عظیم الشان دن ایک حاجت لایا ہوں۔ پیسے میری سسر، بھرا بھنی کہو۔ آہ! آج ہی کے روز نبی کا پیرا حسین پیسا مانا گیا ہے دریا کے کنارے تین دن کا پیا ما تھا، تین دن کا پیسا اٹھا، اللہ اللہ قاضی صاحب نے اس خیال سے کہ فقیروں سے کچھ نہ کچھ گروہ سے کھڑے نا پڑے گا، چاہتے ہی تھے کہ چرخ کرکھل جائیں کہ فقیر نے پھر کہا۔

سنا ہے شہزادے، تجھ ہی سے کہتا ہوں عظیم الشان دن ہے، عظیم الشان، مسلمانوں کی تاریخ میں ایسا دن کوئی اور نہیں ہے۔ جسے سگڑ قاضی صاحب سے مضبوط ہو سکا تڑپ کر رہے۔ کیا سلطان ہے سلطان؟ فقیر۔ مجھ جیسے فقیر تم کو روزِ مرد بازاروں میں نہیں مل سکتے تم کو اپنی قیمت پر ناز کرنا چاہیے کہ میں تمہارے سامنے

کھڑا ہو گیا۔

قاضی۔ کیوں نہیں مل سکتے؟

فقیر۔ دیکھ میرے چہرہ پر حسرت برستی ہے۔ غم کا اثر چھایا ہوا ہے لیکن دوسروں کے لئے یہ چہرہ دولتندی کا منبع ہے اب اس سے زیادہ تم فقرت اور کیا توقع رکھ سکتے ہو؟ دولتندی کا فقرہ سنتے ہی قاضی کے منہ میں پانی آگیا جلدی سے بولے: اچھا کیا چاہتے ہو؟

فقیر۔ روز عاشورہ کے واسطے میں خیرات۔

قاضی۔ روز عاشورہ کے واسطے میں حسین کے نام پر!

فقیر۔ ہاں! ہاں! اسی حسین کے واسطے میں جس کے لئے عید کے دن جنت سے کپڑے آئے تھے۔

قاضی۔ اچھا پہلے بناؤ کہ کیا خیرات چاہتے ہو؟ پھر میں سوچ کر جواب دوں گا۔

فقیر۔ مٹوڑا گوشت ڈٹی اور دو درم بس اس کے سوا فقیر کچھ نہیں چاہتا۔

قاضی۔ اس قدر زیادہ سامان لے کر کیا کرو گے؟

فقیر۔ بابا یہ کچھ زیادہ تو نہیں ہے۔ بوی ہے چند بھوکے بچے ہیں۔ میں ہوں،

قاضی، کچھ سوچ کر، اچھا دو ہر کو آتا۔

فقیر چلا گیا۔ قاضی صاحب سوچنے لگے سوال تو کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے مگر عاشورہ کے روز حسین کے نام پر مانگتا ہے اگر دوں گا تو حسین کی طرف سے اس کا اعتقاد اور بخت ہو جائے گا۔ حسین کی محبت اس کے دل میں اور گھر کر لیگی اس کے بوی دیکھ سینگے کہ حسین کے نام پر مانگ کر لایا ہے تو ان کا دل بھی حسین کی طرف کھینچے گا لیکن نہ دینے سے ممکن ہے کہ یہ سچا ہو تو مجھے دولت بھی نہ ملے گی اس لئے دوں کہ نہ دوں کہ اسی غور و خوض میں دوپہر ہو گئی فقیر نے آکر صدا دی۔

بابا! دیدے، تیرا بھلا ہو۔ اپنے نام حسین کا۔

جو نہ کہ قاضی صاحب کے فیصلہ کی منزل ختم نہ ہوئی تھی اس لئے سپر کو آنا کہہ دیا اور عجب سہ پہر کا آیا تو شام کو بلا دیا اور شام کو کہہ دیا کہ عشاء کی نماز کے بعد آنا اور لگے سوچنے۔

غریب محتاج کو دنیا گناہ نہیں ہے لیکن حسین کے نام پر خیرات دینا گویا حسین کے نام کو زندہ کرنا ہے۔ ان کی عظمت و جلالت کا اعتراف ہے ان کی ہمدردی و محبت کا ثبوت ہے علاوہ اس کے اس میرے نام حسین پر خیرات دینے سے ایک معم سے ان کے نام کی تبلیغ ہوگی اور حسینی تبلیغ سے ہمارے بزرگوں کے خیالات کو ضرب پہونچے گی۔ اگر حسین کے نام کو دنیا میں روشن کرنا مقصود ہوتا تو یہ یا نہیں قتل کیوں کرتا اور ہمارے والے ذکر حسین کے سننے کی مافقت کیوں کرتے یہ ضرور ہے کہ

حسین نواسہ رسول تھے، جگر گوشہ علی و تبول تھے ان کے لئے مہیا فقیر کہتا ہے، محلہ بابائے بہت ضرور آئے تھے مگر سہلات تو اسے ہم سے اچھا جانتے تھے اور کہ بلا کے میدان میں بھی اس کے جاننے والے ہم سے اچھے موجود تھے بلکہ اکثر دیکھنے والے بھی موجود تھے پھر کمیوں ابھوں نے ان کے مرتبہ کا لحاظ نہیں کیا اور معہ بچوں کے تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کر ڈالا اور قتل ہی نہیں کیا بلکہ ان کے ناموں کو اسیر کر کے بے مقصد و چادر و بر بھرایا اور ہیں ان کی مجلسوں میں جانے سے روکا ان کے تذکرہ کے سننے کی ممانعت کی۔

اس لئے ان کی تاسی میں خواہ وہ اچھی ہو یا خراب ہیں، رگزر برگ زمین کے نام پر خیرات نہیں دینی چاہیے بلکہ حسین کے نام کو دیکر روشن کرنے کے بجائے نہ دیکر کھانا چاہیے تاکہ فقیر سمجھ جائے کہ حسین کا نام برکت سے نالی ہے کہ اس عرصہ میں فقیر آگیا اور اس کے صلہ دیتے ہی فیاضی صاحب نے نہایت جھلائی ہوئی آواز سے کہہ دیا کہ: جاؤ! میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ تم کو دوں فضول کی دوڑ لگا رکھی ہے۔

۔۔۔۔۔: (۳):۔۔۔۔۔

فیاضی و سخاوت اگر صرف دولت کی فراوانی پر موقوف ہوتی تو آج دنیا فارون کے نام کو کرامت کے ساتھ نہ لیتی اور نہ حاتم کے نام کو اچھا لیتی اور اس کی مثال کو فقر و ناز کے ساتھ قبول کرتی فیاضی و سخاوت کے واسطے ضرورت دردمندوں کی ہے۔ غریبوں معصیت زدوں کے مصائب سے متاثر ہونے کی ہے۔ ورنہ دل و پتھر میں کوئی فرق باقی نہ رہتا یہی وجہ ہے کہ دنیا میں اکثر سربانیاں سے ممتاز نہ ہونے والے بھی فیاضی و رحمدلی اور اخلاق و خدمت خلق کے بہترین اوصاف سے متصف ہو کر ان منزلوں پر نظر کرتے ہیں جہاں بڑے بڑے دولت مندوں کی رسائی ناممکن ہے۔

ہمارا بیروت کا نام نامعلوم عیسائی بھی ابھیرا، بلند خیال سمجھتوں میں تھا کہ ہمیشہ اس کا دل غریبوں کی غربت و مفلسوں کی افلاس کو دیکھ کر موم کی طرح گھل جاتا تھا وہ اکثر غریب و بیکس مضبوطی کو گود میں لے کر رونے لگتا اور اس کی تیار داری کو اپنے لئے سرمایہ نجات تصور کرتا تھا اس سے کیونکر ممکن تھا کہ وہ ایک فقیر کو جس کی کہ امید بام مراد تک پہنچ کر ٹوٹ چکی تھی دیکھتا کہ مرزاہ بچوں کی گرسنگی کے سنیاں سے چمچینا و چلانا، رونا اور بلند آواز سے کہتا ہے کہ۔

”غضب خدا کا، ایسا اند میرا، نا ظلم، ایسی بیرحمی، اور اس کی آنکھوں سے آنسو نہ نکل آئے۔“ پوچھ نہ مٹھتا کہ۔  
”کیسا ظلم، کو ذرا اند میرا کس نے بیرحمی سے کام لیا؟“

فقیر۔ کسے بتاؤں! ظالم نے ذرا بھی نہ سوچا کہ اس وقت میرے بچے کیا کھائیں گے۔ دغا باز نے میری ساری کوششوں، اور امیدوں، پر لٹی بھاڑ و پھیر دی۔  
عیسائی۔ کس نے؟

فقیر قاضی نے اور کس نے :

عیسائی۔ بات کیا ہے ؟

فقیر سارا قصہ دہرا کر، بابا اس وقت اس نے اٹکار کر دیا۔

عیسائی۔ آج تمہارے یہاں کون سا دن ہے ؟

فقیر۔ روز عاشورہ۔

عیسائی۔ کیا تمہارے یہاں اس دن کی خیرات برکت خیز ہوتی ہے ؟

فقیر۔ بابا! یوں تو ایک دس ستر پائے لیکن آج کی خیرات کیا کہنا حسین کے نام کی بے جہنوں نے خدا کی راہ میں اس کے دین کی (ان مدین عند اللہ الاسلام) بقا کے لئے اپنا گھر بار اولاد سب کی سب ایک دوپہر میں نثار کر دی اور تین دن کے بھوکے پیاسے اللہ کی خوشنودی کیلئے شہید ہو گئے اس کی جزا کو کیا پوچھتا ہے جو کچھ نہ حسین کے صدقہ میں اللہ کے دربار سے مل جلنے لگے مگر فہم اس ظالم قاضی نے پڑھ لکھ کر حسین کے رتبہ کو نہ سمجھا اور اسے اس کی بھی شرم نہ آئی کہ آخر اس غریب کے بچوں کو تمام دن کی بھوک پیاسے میں امید دار بنا کر کیوں دھوکا دے رہا ہوں یہ بھی تو اللہ کے بندے ہیں ممکن ہے کہ مرنے کے بعد پیدا کرنے والے کے سامنے اسے دھوکا دہی کا جواب دینا پڑے۔ خیر میرے بچے حسین کے نام پر بھوکے سو رہیں گے لیکن سچ ہے کہ خدا کا خوف اس کے اچھے بندوں ہی کو ہوتا ہے۔

عیسائی۔ اچھا تم کیا چاہتے ہو ؟

فقیر۔ تھوڑا گوشت روٹی اور دو روپے !

عیسائی۔ بس ؟

فقیر۔ بس۔

عیسائی (میں درہم اور اس کی خواہش سے کہیں زیادہ روٹی گوشت دیکر) لو! اور اتنا ہی روز حسین کے نام پر کر میرے یہاں سے بے تکلف لے جایا کرنا۔

فقیر خوش و نشاط ہو کر دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے یا اللہ! جس نے مجھے اس حال میں شکر کرنے کا موقع دیا جس نے مجھے دیرے بچوں کو خوش کیا۔ جس نے تیرے حبیب کے پیارے نوے کی بھوک و پیاس کے صدقہ و واسطے میں میرے بچوں کی بھوک و پیاس کے صدقہ میں جلد خوش کر دے۔ یا اللہ میں اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ اس وقار و عظمت کی طرف سے اس کی تسکین اور اس کے اعتقاد میں بچگی آنے کیلئے کہہ رہا ہوں جو تو نے حسین کو عطا کر رکھا ہے جسے قاضی نے سمان ہو کر نہیں سمجھا۔

۴

صبح کا وقت تھا۔ آفتاب کی کرنیں پہاڑ کی چوٹیوں سے کھیل رہی تھیں ہمارا دریا دل عیسیٰ کی پس پہن کر ہوا غوری کیلئے جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ قاضی صاحب نہایت تیز رفتاری سے اس کے ساتھ آتے ہوئے دکھائی دیے۔ عیسیٰ نے تڑپ کر ہاتھ ملایا اور کرسی کی طرف اشارہ کر کے خود ہی بیٹھ گیا۔

قاضی۔ میں ایک خاص غرض سے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔

عیسیٰ۔ ارشاد

قاضی۔ یہ بتائیے کہ کل اپنے اس فقر کے ساتھ کون سا عمل خریدا ہے؟

عیسیٰ۔ کس فقر کے ساتھ؟

قاضی۔ جسے میں نے بارہو دکھی وعدوں کے واپس کر دیا تھا۔

عیسیٰ۔ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے جو آپ سے میں کہہ سکوں

قاضی۔ کیوں؟

عیسیٰ۔ اس لئے کہ شیخی دمنود مجھے مغرب نہیں میں اسے سخت ذہیل رکھتا ہوں۔

قاضی۔ اس میں سبکی و ذلت کی کوئی بات ہے؟

عیسیٰ۔ ممکن ہے آپ کے نزدیک نہ ہو۔

قاضی۔ (بات کاٹ کر) اور آپ کے نزدیک ہے؟

عیسیٰ۔ بیشک!

قاضی۔ نہیں اگر آپ مہربانی کر کے بتادیں تو بہتر ہے؟

عیسیٰ۔ کیوں؟ آپ کو اس سے کیا مطلب؟

قاضی۔ مطلب بعد میں عرض کروں گا۔

عیسیٰ۔ نہیں میرا ضمیر اس وقت کسی صورت سے اس کے اظہار کا اجازت نہیں دیتا مگر ممکن ہے کہ آپ کی غرض معلوم

ہونے کے بعد بتانے کے لئے رضامند ہو جائے۔

قاضی۔ میرے اظہار مدعا کے بغیر آپ ظاہر نہیں کر سکتے

عیسیٰ۔ نہیں ہرگز نہیں!

قاضی۔ اس کے بعد آپ بتادیں گے؟

عیسائی۔ ممکن ہے۔

قاضی۔ رات میں نے خواب میں ایک ہاتھ غیبی کی آواز سنی جو مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اے قاضی! سر اٹھا میں نے سر جو بلند کیا تو دکھنا کیا ہوں کہ بعد مالیشان قمر سامنے ہیں جن کی ایک ایک اینٹ سونے کی ایک ایک چاندی کی ہے میں نے چیخ کر کہا یا اللہ یہ دونوں بیش بہا قمر کس خوش نصیب کیلئے ہیں جواب میں آواز آئی کہ اگر آج تو اس فقیر کی حاجت پوری کر دیتا۔ تو دونوں قمر تجھے ہی کو ملے لیکن تو نے اس کو محروم کر دیا اب یہ دونوں قمر ملاں میسائی کو دیدے گئے ہیں۔ بھائی اس وقت سے مجھے نیند نہیں آئی میں اپنی کینٹھی و دہنختی پر برابر روتا رہا۔

عیسائی۔ تو اب اس میں بنانے کی کمالات باقی رہی؟

قاضی۔ کچھ نہیں۔

عیسائی۔ پھر؟

قاضی۔ پھر کیا میں چاہتا ہوں کہ آپ اس احسان کو میرے ہاتھ بچھ دیں۔

عیسائی۔ آپ کیا دیں گے؟

قاضی۔ ایک لاکھ درہم۔

عیسائی۔ بس!

قاضی۔ اور جو کچھ آپ چاہیں لے لیں اور اس کا اجر مجھے بخش دیں۔

عید الی۔ سبحان اللہ! اگر آپ دنیا بھر کا سونا مجھے دیدیں جب بھی میں ایسا نہیں کر سکتا۔

قاضی۔ کیوں؟

عیسائی۔ اس لئے کہ آقا حسین نے اس احسان کی وجہ سے اپنے بچوں کے صدق میں مجھے اپنی معرفت بخشی اور خدا سے غراہم نے ان کی معرفت کی وجہ سے مجھ پر رحم کیا۔ بہشت میں رہنے کو ایسے ایسے قمر رحمت فرمائے اور اس کی شہادت بھی مجھے تمہارے فضل سے ملی اب میں اس فانی دنیا کے لئے ان کے دامن کو چھوڑ دوں اور بجائے بہشت کے رہنے کے دوزخ میں جلتا ہنول کر لوں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا۔ اب تو اس گنہگار و عیسائی کے ہاتھوں میں حسین علیہ السلام کا پاک دامن قیامت تک رہیگا۔

”صلوات بر محمد و آل محمد“

علیہ نقص واقعہ کتاب بھائی الادب سے لیا گیا۔

حضرت ابو الفضل عباسی دارا امام مظلوم کی نجات کے لئے مرزا مظاہر کی مدد کیجئے

## عباس

## تیرے علم کے نیچے تھے نصار معرفت

از عالی جناب سید محمد باقر صاحب نقوی کجوی مولوی فاضل و فاضل اہل ادب

عباس تو ہے گو ہر شہوار معرفت      تابندہ تیرے رخپہ ہیں انوار معرفت  
 تجھ سے صدا ہنار ہے ایمان کا پین      تجھ سے ہر ابھار ہے یہ گلزار معرفت  
 تیرا ہر ایک فعل و فایر ہے مشعل      تیرا ہر ایک قول گہر بار معرفت  
 تیرے سب سے مذہب امام ہو قوی      لے نا صبر میں مدد کار معرفت  
 کچھ ایسا سرفروشی کو تو نے دیا رواج      اب تک وہی ہے رونق بازار معرفت  
 مشک سیکھ دوش پہ کھ کر علم کی کھٹا      دکھلا دیا اٹھاتے ہیں یوں بار معرفت  
 ہر ذرہ تیری خاک کا مرنیکے بعد بھی      سمجھا رہا ہے دہر کو اسرار معرفت  
 بھرے گئے جو اہر ایماں سے جھولیاں      اگر ترے حضور میں نادار معرفت  
 دور فلک میں ہے ہی اسلام کی صدا      مرکز حسین اور تو پر کار معرفت  
 نیزے پہ حسین کا فتراک میں ترا      پھر کیوں کہیں نہ ہم تجھے سردار معرفت

ہم کو پتر تری حد عرفاں کا یوں ملا،

تیرے علم کے نیچے تھے نصار معرفت



# دی یو پی یونین بینک لمیٹڈ

## پنج سالہ یونین کیس سارٹیفکٹ

ساتھ کے پچھتر روپے پانچ سال کے بعد روپیہ اندر میعاد بھی واپس لیا جاسکتا ہے ڈپازٹ کرنٹ سونگ بینک فکس ڈپازٹ کئے جاتے ہیں:-

## تجارتی و کاروباری سلیک سہولت کیلئے

ڈرافٹ چک بڈی بلٹی خرید و فروخت گورنمنٹ سکوریٹی کام مناسب شرح کمیشن پر کیا جاتا ہے:-

## قرضہ

تجارتی لون اور ڈرافٹ سونا اور چاندی وغیرہ پر مناسب شرح سود پر دیا جاتا ہے متعلقہ قواعد مندرجہ ذیل پتے سے مفت طلب فرمائیے!

منجسٹر

دی یو پی یونین بینک لمیٹڈ سنٹرل برانچ وکٹوریہ ٹریڈ لکھنؤ

# کیا عباسؑ کام ہوتے

از جناب مولانا مولوی سید غالب حسین صاحب و اصِف

— (عشری ضلع سارن) —

ورثہ میں علم حیدر و صفدر کا لیا، لی، مشک کہ پاٹ حوض کوثر کا لیا  
عباسؑ شبیر کو بھائی نہ کرے، اُحد تو شہادت میں برابر کا لیا

دو نقش تھے دونوں بازوؤں کے اوپر، سمجھے کوئی کیونکر سے رموزِ داود  
جب مشک و علم یکے چلتے تبت کھلا، اک سطلو بی تھا دوسرے پر کوثر،

حیدر سے ہو عباس کی صلوت ملتی، جرات ملتی ہو اور شجاعت ملتی  
ہوتا جو میسر کہیں شیرِ زہرا، حنین کے بعد انھیں امانت ملتی

لب تشنہ گرسنہ اور اسپر یہ دلیر، اک کار میں اردو سازِ بدست تھا زیر  
ہے فاتحِ خیبر کا لہور گے گ میں، یہ سچ ہی مثل شیر کا بچہ بھی ہو شیر

# علمداری کی اہمیت

اور خواجه حکیم سید مجاہد حسین صاحب رضوی مدرس گورنمنٹ حسین آباد

ہائی اسکول لکھنؤ

شکر ہو (۵) مطیع و خیر خواہ بادشاہ ہو (۶) اس کی شجاعت اور فضائل و اوصاف ذاتی کا اقرار دشمن کو بھی ہو۔ حضرت عباس ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی شرافت خاندانی اور وجاہت اور شجاعت کا تذکرہ مجملہ میں مضمون سال گذشتہ میں کر چکا ہوں۔ اس مضمون میں باقی اوصاف علمداری کو بیان کراؤں گا۔

**فنون جنگ** { مورخین بالاتفاق یک زبان ہیں کہ روز عاشورہ ۳ ہزار فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے اور پانچ ہزار بہادر سپاہیوں کے لشکر کو جو فرات کے پہرہ دار تھے ہٹا کر داخل نہر فرات ہو کر صرف حضرت عباس کا ہی کام تھا۔

حضرت عباس نے بارہا اعدائے دین کے مقابلہ کی امام سے اجازت چاہی مگر امام نے ہر بار حضرت عباس کو روک دیا اور یہ کہہ کر اپنے قوت بازو کو سمجھا دیا کہ ”بھائی تم میرے لشکر کے علمدار ہو تمہارا بھی جنگ کی اجازت مانگنا قبل از وقت ہے۔ حضرت عباس نے ہر بار تعین ارشاد میں خاموش ہو گئے۔ لیکن جب کم سپاہ امام کی سپاہ ایک ایک کر کے

سال گزشتہ میں نے نظامہ کے ابو الفضل العباس بن مرز میں علمداری کی اہمیت پر مضمون لکھا تھا اور اس مضمون میں اس امر کو واضح کیا تھا کہ ہر عہد میں علمدار فوج اس شخص کو بنایا گیا جس میں چند اوصاف نمایاں طریقہ پر موجود ملے۔ اگرچہ موجودہ ایجادات نے جنگ کے طریقوں کو بدل دیا ہے اور جنگ بجائے دست برد کے اب ہوائی ہوتی ہے۔ مگر شرائط علمداری میں سے چند باتیں ایسی ہیں جو آج بھی علمدار ہونے کے لئے لازمی ہیں۔ ابتدا کے عہد اسلام سے عہد رسول تک جتنی بھی لڑائیاں ہوئیں ہر ایک لڑائی میں خاص خصوصیات کی بنا پر ہی علمدار فوج کو منتخب کیا گیا۔ میں نے سال گزشتہ تفصیلاً اس کے بارے میں اظہار خیال کیا تھا۔ مندرجہ چند سطحوں میں باقی شرائط علمداری کا بیان کر دینا مقصود ہے۔

(۱) میں نے بتایا تھا کہ علمدار فوج کے لئے چھ شرطیں ایسی ہیں جن کا علمدار فوج میں موجود ہونا نہایت ضروری ہے (۱) شجاع ترین افراد لشکر ہو (۲) وجہ ہو۔ (۳) شریف ترین خاندان ہو (۴) فنون جنگ میں ماہر ترین فرد

پختہ ہو چکی مگر حضور غلام کو کبھی اجازت جنگ عطا فرمائی جانے  
علام سے بچوں کی تشنگی اور ان کے لعش لعش کی فریادیں  
نہیں سنی جاتیں۔ اگرچہ حضرت عباسؓ اس مرتبہ اپنے  
مقصد میں کامیاب ہو گئے مگر امام مظلوم نے یہ شر و لگاؤ  
کہ بھائی پہلے تم بچوں کے لئے پانی لے آؤ

حضرت عباسؓ یہ سمجھتے تھے کہ بچوں کی بیاس بھائی  
اور پانی لانے کے عنوان سے ضرور حسینؓ اذن جہاد عطا فرمائیں  
گئے اور جھکنا فقین و کفار کے قتل کا موقع مل جائے گا مگر  
امام حسینؓ نے اس شیر کو چھ صرف پانی لانے کی اجازت اور  
مشک دے کر پابند کر دیا۔ اس مجسمہ طاعت و وفاداری  
مے کبھی اپنے آقا کے الفاظ پر تکرار نہ کی تھی۔ لہذا دل کی  
تمام انگوں اور دلوں کو دبا کر صرف پانی لانے کا ارادہ  
کرتے ہوئے دفاعی تدابیر پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ایک  
شجاع ترین شخص کے لئے میدان جنگ میں پہنچ کر یہ  
آسان ہوتا ہے کہ وہ اپنے فنون سپاہ گری کے ہوش  
میں جنگجو یا نہ حملہ کر دے مگر حضرت عباسؓ نے اوراق تاریخ  
عالم پر یہ امر ثابت کر دیا کہ جنگ کی طرف پہلا قدم اٹھانے  
کے بعد آخر دم تک مدافعت جنگ اسی طرح کی جاتی ہے۔

ناظرین معذور! حضرت عباسؓ کی مجبوریوں کو ملاحظہ  
فرمائیں۔

تین روز کی بھوک اور پیاس، اعزاء و اقربا کا آنکھوں  
کے سامنے قتل ہو جانا اور ان کی لاشوں کا گرم زمین پر پڑنا  
ہوا ہونا۔ ایک عزیز ترین بھائی اور بھتیجے کا تیس ہزار کے  
جمع میں گھرا ہوا ہونا۔ رسول کی بیٹیوں ہسوکوں اپنے خاندان

کی عورتوں اور بچوں کا زخمہ اعدا میں فریادیں کرنا اس پر پانی  
کا نہ ملنا اس کے علاوہ دست راست میں علم فتح کا لشکر  
بازو سے چپ پر مشک سکینے کا دباؤ اور تلوار و نیزہ سے کام  
لینا ڈھال کا استعمال کرنا۔ گھوڑے کو مارنا، مار رکھ رکھاؤ۔

یہ تمام مجبوریوں تو قلب و جسم کو مغلل بنانے کے لئے کافی ہی  
تھیں ان پر حکم امام کی تین کہ جنگ مدافعت ہو اور پانی خیاں  
تک پہنچایا جائے یہ موخر الزکر دو پابندیاں حضرت عباسؓ  
کے روح پر بار ڈال رہی تھیں۔ ان پابندیوں کی موجودگی  
میں آیا دنیا کا کوئی بہادر بھی تیس ہزار دشمنوں میں جا کر طرح  
فنون جنگ دکھا سکتا ہے؟ یہ سوال ایک ایسا سوال ہے  
کہ تاریخ عالم ایسی نظیر اور جواب پیش کرنے سے قاصر ہے۔

بہر حال شیر خدا کا شیر اسی صورت سے دشمنوں کی منہوں  
کو چیرتا ہوا اور انہی بہادروں کو تلوار کے گھاٹ اُتارتا ہوا  
فرات کے گھاٹ پر پہنچے ہی گیا۔ تاریخیں شاہد ہیں کہ حضرت  
عباسؓ نے جب انہی بہادروں کو قتل کیا اور پانچ ہزار  
نگہبان فرات کو مار بھگا یا اور تادیر فرات میں مشک سکینے  
کو جو خشک ہو چکی تھی ترک کر کے اس میں پانی بھرا اور پانی پی کر  
واپس ہوئے تو اس وقت تک جسم عباسؓ پر کوئی زخم  
نہیں آیا تھا۔ یہ سچی بہترین ہمارت فنون جنگ کی۔

امام حسین علیہ السلام ایک بلندی پر کھڑے ہوئے حضرت  
عباسؓ کے علم کے پھریرے کو جانب فرات جاتے ہوئے  
دیکھ رہے تھے اور اپنے بھائی اور قوت ہاتھ کی مدافعت جنگ  
اور فنون جنگ کی دل میں تعریف کر رہے تھے اور خوش  
ہو رہے تھے۔ بچے درخیام سے بھریرے کو اڑتا ہوا دیکھ کر

خوش ہو رہے ہوں مجھے کہ اب تین روز کی پیاس بجھے گی اور  
سقاۃ حرم پانی لائیں گے۔

حضرت عباس فرات سے باہر آئے نشیب فرات سے  
بلند ہو رہے تھے۔ علم کا پھر پراجوا امام حسینؑ اور اہل حرم رسول  
کی نظروں دو امیدوں کا مرکز بنا ہوا تھا ہوا میں اڑتا ہوا  
نظر آیا۔ اگرچہ عباس نے اہل حرم کے دلوں کو پاش پاش  
کر دیا تھا مگر ایسی ہی ایک جھلک پھر نظر آنے لگی۔ دعائیں  
ہونے لگیں امام حسین علیہ السلام نے بھی حسرت بھری نظروں  
سے اس اڑتے ہوئے پھریرے کو دیکھا۔

بہر حال حضرت عباس دشمنوں کو ہٹاتے ہوئے خیام  
کی طرف بڑھے۔ اس موقع پر یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل  
ہے کہ باوجود اس سب کے کہ حضرت عباس پابند تھے۔ پانی کی  
بھری ہوئی مشک کاٹھے پر تھی و نیز دشمنوں کی کثرت بھی  
تھی پھر بھی پانچ ہزار نگہبان فرات میں سے ایک کی بھی میت  
نہ ہونے کے مقابلہ میں سامنے آکر اس کیلئے مدافعت جنگ کرنے

والے مجاہد راستہ ہی روک لے۔ بلکہ تاریخوں سے بھی  
پتہ چلتا ہے کہ کچھ نیکے درخت کے قریب سے جب حضرت عباس  
گزر رہے تھے تو نفل بن ازرق یا زید بن ورقہ نے کہیں سے  
نکل کر تلوار کا ہاتھ پر وار کیا۔ یہ وار اتنا شدید تھا کہ حضرت  
عباس کا ہاتھ زمین پر کٹ کر گر گیا۔ مگر دست راست کے  
کٹ جانے کے بعد بھی شان عباس و شجاعت عباس دیکھنے  
کے لائق تھی حضرت عباس کے پاس سب سے زیادہ محترم  
دو چیزیں تھیں ایک علم فوج حسینؑ اور دوسرے مشک سیکنے  
ان مشکلات کی صورت میں حکم امامؑ آپ نے ہاتھ کٹ جانے پر

مشک کا استعمال دانتوں سے پکڑ لیا اور علم رسول کو بائیں ہاتھ  
میں لے لیا اور گھوڑے کو مہینر کیا۔ بڑھے اور اب کی مرتبہ مہینر  
بڑھے حسینؑ نے علم کے جھکنے پر دل کو سنبھالا مگر پھر جب علم  
کے پھریرے کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا تو شکر خالق کیا  
حضرت عباس ان دونوں محترم چیزوں کی حفاظت اپنی  
جان سے زیادہ کرتے ہوئے بڑھے جا رہے تھے مگر تیس ہزار  
کا کوئی بہاد پھر بھی اس یک دست مجاہد کے سامنے آنے کی  
جرات نہ کر سکتا تھا اور راہ روی میں اس شیر کو نہیں ٹوک  
سکتا تھا۔ اس بہادر ترین انسان کے اطمینان قلب کو دیکھنا  
ہو تو دیکھو کہ حضرت عباس اس حالت میں بھی بہترین اشعار  
تصنیف فرما کر اس طرح پڑھ رہے تھے۔

واللہ ان قطعتم المینی

انی احامی ابداً عن دینی

و عن امام اصادق البقینی

بکل نبی الطاهر الامین

نبی صدق جاتا بالذین

مصدقاً بالواحد الامین

(ترجمہ) خدا کی قسم اگرچہ تم نے میرا دست راست قطع کر دیا ہے  
مگر پھر بھی میں دین کی حمایت کرتا ہی رہوں گا۔

اسی اثنا میں پھر ایک ملعون حکیم بن طفیل نے دست چپ  
پر وار کیا اور یہ ہاتھ بھی کٹ کر زمین پر گرا۔ اب اس مجاہد  
راہ خدا کو یقین ہو گیا کہ علمداری جس کا تعلق صرف دونوں  
ہاتھوں کی موجودگی سے ہے ناممکن ہے اور حکم امام کی تعمیل کا  
تعلق روح سے ہے لہذا مشک سیکنے کی حفاظت اس وقت

ایک دم حملہ کر دیا۔ حضرت عباسؓ مشک کو توڑ کر کے پانی بھر رہے تھے جب آپؓ نے دیکھا کہ دشمنوں نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا ہے آپؓ نے ماخانہ جنگ شرفؓ کی اور اس حملہ میں تنو اشخاص کو داخل جہنم کیا۔ پھر گھوڑے کو داخل فرات کیا اور مشک کو پانی سے بھرا اور جانب خیام حرم بغداد بھروسے اس موقع پر عالم یہ تھا کہ دشمن کی فوج خود فروہ ہو کر قدم بھاگ چکی تھی اور حضرت عباسؓ جو شجاعت میں یہ شعار پڑھتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔

انا للہی اعرف عند الوجہ

یا بن علی السی حیدرہ

فاتبتوا للیم لنا یا کفرۃ

لعترا الاحمد آل بقرہ

(ترجمہ) میں وہی ہوں کہ سخت جنگوں میں پہچانا جاتا ہوں میں فرزند علیؓ ہوں وہ علیؓ جن کا لقب حیدر ہے۔ اے کفار! آل احمد و آل بقرہ کے مقابلہ کی کچھ تو تاب لاؤ۔ اسی دوران میں ایک دشمن جن کو اپنی بہادری پر بڑا غرور تھا آگے بڑھا جب اس نے حضرت عباسؓ کے شجاعانہ تیور دیکھے اور جب بڑے بڑے بہادروں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا تو فوج ابن سعد کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ اے زرد لو! اگر تم ایک ایک سٹی خاک بھی ڈالو گے تو اس جوان کو خاک میں چھپا دوں گا مگر معلوم ہوتا ہے تم سب بے شرم و بے حیا اور ہزدل ہو۔ جاؤ تم سب ہٹ جاؤ میں اکیلا ہی عباسؓ کا سر کاٹ کر لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھا۔ اس شخص کا نام ماردا بن صدیف تھا۔ ماردا بن صدیف رعد کی طرح گرجتا ہوا حضرت عباسؓ کے

نیک کی جانے جب تک روح جسم میں باقی رہے۔ آپؓ نے اسی خیال سے مشک سکینہ کے تسمہ کو دانتوں سے پکڑا اور اپنے جسم کو مشک پر بجائے سپر کے جھکا دیا اور خیام اہل حرم کی طرف کیڑھے اور اس حالت یا اس میں بھی سکون قلب کا یہ حال تھا کہ آپؓ ہر طرح اشعار نظم فرما رہے تھے اور معرفت خدا و رسول و اللہ کا اظہار فرما رہے تھے۔

یا نفی لا تخشی من الکفار

والبشری بو حننہ الجبار

مع النبی السید المختار

مع جملة السادات والاطهار

قد قطعوا بغییم یساری

فاصلہم یا رب احمر الناس

(ترجمہ) اے نفس کفار سے بڑے۔ اے نفس تو خدا کی رحمت حصول پر خوش رہ۔ اے نفس تجھ کو یہی شرف کافی ہے کہ تجھ کو نبی۔ سید المنار اور جملہ سادات اطہار کے رفاقت ملے گی۔ میرا بایاں ہاتھ سرکشوں نے کاٹ دیا۔ اے خدا ان کو جہنم داخل کر۔

فنون جنگ میں علی مہارت کی ایک مثال

طاویہ کا واقعہ

جب حضرت عباسؓ معون کو حیرتے ہوئے اور پانچ گھنٹا فرات کو متفرق کر کے نہر فرات میں گھوڑے کو ڈال چکے ہوتے فوج دشمن میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ عمر سعد نے فوج کو لکھا کہ عباسؓ کو گھیر لو۔ پانی لے کر جانے نہ دینا دشمنوں نے

مقابل ہوا اور آتے ہی اس نے نیزہ کا وار اس طرح کیا کہ  
گو یا حضرت عباسؓ کا قتل کر دینا اس کے واسطے سہل تھا  
مگر وار کرتے ہی حضرت عباسؓ نے اس کے نیزہ کو پکڑ کر وہ  
جھٹکا دیا کہ قریب تھا کہ وہ گھوڑے سے زمین پر گر کر وہاں  
جہنم ہو۔ مگر سبھلا اور فوراً نیزہ کو ہاتھ سے چھوڑ کر تلوار  
نکالی۔ حضرت عباسؓ نے موقع پا کر اپنے نیزہ کا وار اس  
گھوڑے پر کیا کہ گھوڑا زمین پر گر کر مر گیا اور مادہ پیدل ہو گیا  
اب مار دو حضرت عباسؓ کے مقابل ہونا سخت دشوار تھا  
اس عالم مجبوری میں بھاگا اور چلا یا کہ خدا را میری مدد کرو  
اور بھگو گھوڑا پونچا دو۔ ایک غلام ایک بہت عمدہ فداور  
گھوڑا جس کا نام طاویہ تھا لے کر فوج سے نکلا۔ حضرت عباسؓ  
نے جو سنی یہ دیکھا فوراً اس غلام پر اس طرح حملہ آور  
ہوئے جس طرح شاہین شکار پر چھپتا ہے اور شہ زدن میں  
نیزہ کے ایک وار میں غلام کو حاصل جہنم کیا اور اس سے  
گھوڑا لے کر خود سوار ہو گئے۔ یہ گھوڑا چونکہ دانہ پانی سے  
سیر تھا بایں وجہ تازہ دم تھا۔ جب مار دے یہ دیکھا کہ  
اب امید حیات باقی نہیں رہی تو اپنے فوج کو حمایت  
کے لئے پکارا۔ اس کی آواز پر شمر سلطان ابن انس  
خولی ابن یزید اصبحی و احمد ابن مالک و بشر ابن سماع  
فوج کے بڑھے۔ اور سخت جنگ ہوئی اس حملے میں جناب  
حضرت عباسؓ نے انہی بہادران فوج دشمن کو قتل کیا۔  
حضرت عباسؓ نے اس گھوڑے کو پہچان لیا تھا کہ حضرت علی  
علیہ السلام نے جب بادشاہ رے کو قتل کیا تھا تو اس کے  
گھوڑے کو لے لیا تھا اور پھر اسی گھوڑے کو امام حسن کو عطا

فرمادیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عباسؓ کی نظر اسی گھوڑے  
پر پڑی تو پہچان لیا اور یہ مدد دیکھ سکے کہ علیؓ کا گھوڑا دشمن کے  
قبضہ میں ہو لہذا چشم زدن میں ہمیں کر خود سوار ہو گئے اور  
دکھا دیا کہ علیؓ کی شجاعت کا وارث میدان جنگ میں صرف میں  
ہی کر سکتا ہوں۔

جو تھی شرط۔ علمداری کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ دوست اور  
دشمن کو اس کے فضائل کا اعتراف ہو اور ہر ایک شخص علمدار  
کے رعب و جلال کو تسلیم کر چکا ہو۔ یہ وصف بھی حضرت عباسؓ  
میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ میں پہلے دوستوں کے قلبی تاثرات  
کو بیان کرتا ہوں۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام  
کی فوج اگرچہ بہت ہی کم تعداد میں تھی مگر حضرت امام حسینؓ نے  
بفرست امامت عرب کے بہترین بہادروں اور بایمان  
اشخاص کو منتخب کر لیا تھا۔ ہر ایک مجاہد غواہ بوٹھا ہوا یا  
جوان۔ نوجوان ہو یا بچہ موت کو شہد سے زیادہ شیریں  
سمجھتا تھا اور امام مظلوم پر اپنی جان کے نثار کرنے میں سبقت  
کا بدلہ مٹتی تھا۔ ہر وجود اس شجاعت و دلیرانہ کے امام حسین  
علیہ السلام کی فوج کا ہر ایک مجاہد حضرت عباسؓ علیہ السلام  
کو شجاعت اور جان نثاری میں اپنے سے فضل سمجھتا تھا اس  
میرے دعوے کا ثبوت مندرجہ ذیل واقعہ سے ملے گا۔

روز عاشورہ جب جاں نثاران حسینؓ اپنی جانیں شمعِ آما  
پر نثار کر رہے تھے اس وقت زہیر ابن قین میدان جنگ  
میں اپنی جان دینے سے قبل عبداللہ ابن جعفر ابن عقیل کے  
پاس آئے اور عرض کیا کہ بھائی ذرا اپنا علم بھگو دیدو۔  
عبداللہ نے جواب دیا کہ آیا نہ میرے تم نے مجھ میں فدیہ نہیں ہونے



میں کچھ تصور پایا ہے کہ مجھ سے میرا علم مانگتے ہو؟

زہیر نے جواب دیا کہ نہیں بھائی ایسا نہیں ہے بلکہ مجھ کو علم کی ضرورت ہے۔ زہیر علم کو لئے ہوئے حضرت عباس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عباس کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ فرزند امیر المؤمنین بھکوا آپ سے ایک واقعہ بیان کرنا ہے یہ واقعہ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا اچھا کہو۔

زہیر تعین نے عرض کیا تھے ابو الفضل جبکہ حضرت علی علیہ السلام نے آپ کی مادر گرامی سے عقد کرنا چاہا تو اپنے بھائی حضرت عقیل سے جو انساب عرب کے ماہر ترین شخص تھے فرمایا کہ بھائی میری شادی ایسی عورت سے کرادو جو بہادری خاندان سے ہو تاکہ اس کے بطن سے میرا ایک فرزند پیدا ہو جس شجاعت و قوت میں یگانہ روزگار ہو اور میرے حریف کی میدان کر بلا میں حمایت و غوثی کی کہے۔

ابو الفضل آپ کو آپ کے پدر بزرگوار نے سچ ہی کے لئے ذخیرہ کیا تھا۔ آپ آج اپنے بھائی حسین اور اپنی بہنوں کی حمایت میں کوتاہی نہ کیجئے گا۔

زہیر تعین ان الفاظ کو دہرے طریقہ سے ختم نہیں کرنے پائے تھے کہ حضرت عباس کے جسم میں لہرہ پیدا ہو گیا۔ شیر خدا کے شیر نے جوش شجاعت میں ایک ایسی انگڑائی لی کہ گھوڑے کی رکابیں ٹوٹ گئیں اور فرمایا کہ لے زہیر تم آج کے روز بھکوا شجاعت دلاتے ہو۔ خدا کی قسم آج میں شجاعت دکھاؤں گا کہ اہل دنیا نے ایسی شجاعت نہ دیکھی ہوگی یہ فرما کر گھوڑے کو ہمیں کر کیا اور بدرگاہ رب العزت ہاتھ اٹھا کر

عرض کی۔ اے سیدی! آج میں اپنے وعدہ کو وفا کرنا چاہتا ہوں! یہ فرما کر گھوڑے کو پے کر دیا اور پیادہ شمشیر برہنہ اور مشک لے ہوئے روانہ میدان جنگ ہوئے۔ روایت اس کے بعد خاموش ہے مگر اتنا لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام سے کچھ بات چیت ہوئی۔ اسی روایت سے اتنا سراغ ضرور ملتا ہے کہ زہیر جیسے جاں نثار اور بہادر کو یہ یقین تھا کہ اگر حضرت عباس میدان جنگ میں پہنچ جائیں گے تو یقیناً حسین اور حنین کے بچے دشمنوں کے ہاتھوں سے غوطہ رہیں گے اور تنہا عباس ہی تیس ہزار کو مار بھگا دینے کو کافی ہوں گے۔ مگر حضرت امام حسین علیہ السلام تو باوجود قدرت فتح قدرت کو اپنا مصیبت دکھانا چاہتے تھے آپ کو تو صریحاً شہادت کو سچ کر پیش خانی کر دینا ہی تھا اور بس۔

اسی روایت سے یہ بھی پتہ ملتا ہے کہ جب حضرت عباس نے مار دہلو ان سے طاویہ نامی گھوڑے کو چھینا ہے تو آپ کو گھوڑے کے چھین لینے کی ضرورت اسی وجہ سے لاحق ہوئی ہوگی کہ وہ سوار تھا اور آپ پیادہ اور غالباً اسی موقع پر مار دہلو صیف سے مقابلہ بھی ہوا ہوگا۔

اب میں حضرت عباس علیہ السلام کی علمداری اور شجاعت کا رعب ان کے دشمنوں پر جو کچھ تھا اس کو دکھانا چاہتا ہوں۔ سدرجہ ذیل واقعہ سے اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ عمر ابن سعد اور اس کے نامی بہادر حضرت عباس سے خوفزدہ تھے اور یہ چاہتے تھے کہ کسی بھی

”تبت یہ کی ولعتک اللہ و منی امانک و منی ما جنتناہ  
منی امانک باعد و انشر۔ اماننا ان منکر اخانا و  
سیدنا حسین و ندخل فی طاعتہ اللعنا و اولاد اللعنا“  
خدا تجھ کو تجھ پر اور تیری اس مان پر خدا کی لعنت  
ہو۔ اے دشمن خدا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے بھائی  
اور سردار حضرت امام حسین کو چھوڑ دیں اور ملائین  
اور اولاد ملائین کی اطاعت اختیار کر لیں۔“

حضرت عباس علیہ السلام کا جواب مولیٰ جواب  
نہ تھا۔ ان الفاظ کے سننے کے بعد شمر لھکر دلوں کو منہ  
دکھانے کے قابل نہ رہا ہو گا اور منہ چھپا کر بھاگا ہو گا۔

بہر حال اس روایت سے یہ بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ  
دشمن کی فوج کے کار آزمودہ سپہ سالاروں پر حضرت عباس  
کار عب چھایا ہوا تھا اور اسی وجہ سے دھوکا دے کر  
وہ حضرت عباس کو حسین سے علیحدہ کر لینا چاہتے تھے  
در حقیقت شمر اور عمر ابن سعد نے شہادت مہم  
حسین کے بعد حضرت عباس کو دعوت امان دینے کی  
تدبیر بہترین سوچی تھی۔ مگر وہ ملائین یہ نہیں جانتے تھے  
کہ عباس و فاطمہ کا مجسمہ ایشار کی تصویر جان نشاری  
کا مرقع اور حسین کا بھائی اور علی کا بیٹا تھا۔ پھر بھلا  
عباس پر یہ منتر کیوں کر چل سکتا تھا۔

یہ مختصر چند واقعات لکھ کر اب میں یہ  
**وفاداری** چاہتا ہوں کہ علم لداری کی آخری شرط  
کو کبھی واقعات کی روشنی میں پیش کر دوں۔ یہ آخری وصف  
خیر خراہی بادشاہ ہے۔ حضرت عباس اس آخری وصف

طرح حضرت عباس کو حسین سے علیحدہ کر دیا جائے بہت کچھ  
تدبیریں مگر آخر میں یہ تدبیر سوچی کہ شمر کو ایسے وقت  
حضرت عباس کے پاس بھیجا جائے جبکہ انصار حسین سب  
شہید ہو چکے ہوں اور صرف چند حسین کے چند عزیز  
باقی رہ جائیں تو شاید ایسی جمہوری کی حالت میں اپنی اور  
اپنے حقیقی بھائیوں کی جانوں کے بچانے کی خاطر عباس  
حسین کا ساتھ چھوڑ دیں۔ گویا عمر ابن سعد اور شمر وغیرہ  
کو صرف حضرت عباس کی شجاعت کا خوف تھا جب ہی  
تو تمام انصار کے شہید ہو جانے کے بعد بھی یہ کوشش  
کرنا چاہی کہ عباس حسین سے علیحدہ ہو جائیں۔

جب اصحابہ انصار حسین علیہ السلام شہید ہو چکے  
اور صرف بنی ہاشم رہ گئے تو عمر ابن سعد نے شمر ملون  
کو بھیجا کہ تو اپنے خاندانی رشتہ سے عباس کو اپنا  
بھانجہ بنا کر آواز دے اور جب وہ سامنے آئیں تو  
ان کو اعلانِ حقیقی بھائیوں کی امان کا وعدہ کر۔  
اس تدبیر سے ممکن ہے کہ عباس کو تو حسین سے علیحدہ  
کر سکے اور ہمارا کام آسان ہو جائے۔

شمر صفحہ لکھ کر سے نکل کر ماہر آیا اور آبادار  
بلند کہا۔ ایں بنو اختنا کہاں ہیں میرے بھانجے  
جب اس کی نظر حضرت عباس اور جعفر و عبد اللہ و  
عثمان ایتانے علی پر پڑی تو کہنے لگا۔

”آتم یا بنی اختنا آتموں آے میرے بھائیوں تم کو کج  
امان ہے۔“

یہ سننے ہی حضرت عباس نے فرمایا۔

میں بھی بس اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ میں تو وہ ہے دنیا کی ایک  
باقی قوم جب وفا کا نام لیتی ہے تو اس کی نظروں کے سامنے  
حضرت عباس کی تصویر پھر جاتی ہے۔ وفا ایک غیر لاشی  
ہے اور صرف اسم صفت ہے لیکن وفائے اپنے کو دنیا کی  
نظروں کے سامنے ظاہر ہونے کے لئے یا اپنے صحیح مفہوم و  
معنی کو بنانے کے لئے پیکر عباس کو اختیار کر لیا تھا۔  
تمام اس لئے مبارکہ الہیہ کے خواص و اثرات ہیں۔

اسی طرح رسول و اولاد رسول کے ناموں میں برکات و  
خواص پائے جاتے ہیں۔ رسول و آل رسول کے اسم مبارکہ  
منظر صفات خدا و بری ہیں اور حامل اخلاص ہیں۔ میں اس  
واقع پر یہ نہیں چاہتا کہ اپنے کلام کو طول دوں لہذا  
مختصر عام فہم ایک مثال کافی سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ وہ  
دشمن کی زبان پر ہے۔ شعر

جب نام علیؑ منہ سے نکل جاتا ہے  
مگر تاہوا انسان سنبھل جاتا ہے

مسلمان تو مسلمان کا فر بھی جب اکھاڑے میں اترتے  
ہیں تو علیؑ کا نام لے کر اپنے مقابلے کے مقابلے میں  
جاتے ہیں اسی طرح حضرت عباسؑ کے نام سے معنی وفا  
پیدا ہوتے ہیں۔ چہ کہ حضرت عباسؑ کی وفاداری  
ضرب الثل ہے اور ہر صاحب ایمان کی زبان پر وفا  
کے نام کے ساتھ عباسؑ کے نام کے ساتھ  
وفا ہے لہذا وفائے حضرت عباسؑ کے نام سے ہر چند  
سطح لکھ کر مضمون کو تمام کرنا چاہتا ہوں۔

جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ کلمہ گو میرے نام

کی امت میں ہونے کے دعویدار۔ میرے خون ہی کے پیالے  
ہیں اور سعی کام کا یہ ملاعین پختہ ارادہ کر چکے ہیں تو  
آپ نے اپنے اصحاب انصار اعداء کو تاریکی شب میں  
مجھے کیا۔ شمع روشن تھی اس کو گل کر دیا اور فرمایا کہ  
اے میرے جان نثار و! میں بخوشی تم کو اجازت دیتا ہوں  
کہ تم اس تاریکی شب میں اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔  
اور لو میں نے شمع کو بھی خاموش کر دیا تاکہ تم میں سے  
کسی کو میری آنکھ میں چارہ ہونے سے حجاب نہ معلوم ہو۔  
و تم لوگ جاؤ اور یہ دشمن چونکہ میرے ہی خون کے  
پیالے سے ہیں لہذا تم لوگ کیوں اپنی جانیں گنوائے ہو۔  
اور اگر تم لوگوں کو یہ خیال ہے کہ میں کسی ناراضگی سے  
کتا ہوں تو ایسا گمان نہ کرو بلکہ تم میں سے ہر شخص میرے  
اہل بیت میں سے ایک ایک کو اپنے ہمراہ بھی لیتا جاوے  
تاکہ ان کی جانیں بھی بچ جائیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام  
یہ الفاظ ختم ہی کر چکے تھے کہ حضرت عباس علیہ السلام  
حضرت باندہ دست بستہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ بھولا  
خدا ہم کو وہ روز بد نہ دکھائے کہ ہم آپ کو اپنے میں  
چھوڑ جائیں۔ ہماری جانیں آپ پر نثار ہیں!

مرد خن یک زبان ہیں کہ اس قول میں ابتداء  
حضرت عباسؑ نے کی اس کے بعد تمام مجھے نے حضرت عباسؑ  
کے قول کی تائید کی۔ چنانچہ صاحب تنقب التواریخ نے  
بجواز ارشاد علیہ لکھا ہے۔

بن عم یحییٰ اقول العباس بن علی وابنتی الحامیة  
علیہ کلکوا اللہ ونحوہ۔ میں اس قول کی ابتداء حضرت

عباس علیہ السلام نے کسی کے بعد تمام حاضرین نے ہتھول کی تائید کی۔

واقعہ مذکور نے ثابت کر دیا کہ تمام مجمع و رفقار حضرت امام حسین علیہ السلام میں سے حضرت عباس کو جان نثاری میں وفاداری کا جذبہ زیادہ تھا یہی وجہ تھی کہ تمام مجمع انصار و اصحاب و اعزاد میں سے حضرت عباس علیہ السلام ہی کے جذبہ وفاداری سے مجبور ہو کر اظہار و فایں سبقت فرمائی۔

میں سطور بالا میں لکھ چکا ہوں کہ جب حضرت عباس علیہ السلام میدان جنگ میں تشریف لے گئے ہیں اس وقت چند در چند شرائط جنگ اور روحانی پابندیوں میں گرفتار ہو کر صرف پانی لانے کی غرض سے جانب فرات تشریف لے گئے تھے اور روز عاشورہ بجز حضرت عباس کے کوئی مجاہد بھی (بجز امام حسین علیہ السلام) داخل دریا فرات نہ ہو سکا تھا اور کسی مجاہد نے بھی دریا سے فرات کے گھاٹ پر اپنا قبضہ نہیں کیا تھا۔

حضرت عباس نے اپنے فنون جنگ کی جہارت اور جوش شجاعت کے بل پر اس کٹھن منزل کو سر کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ عرب کی گرنی دو پہر کا وقت تین دن کی بھوک اور پیاس سے متواتر محلوں کو دفع کرتے ہوئے حملہ پر حملہ کرنا معمولی قوت کا کام نہ تھا۔ حضرت عباس ہی کا یہ کام تھا۔ اس محنت و مشقت کے بعد جب آپ نے فرات میں گھوڑے کو ڈال دیا ہے تو مشک کو پانی میں ڈال کر آپ نے ایک چلو میں پانی بھرا اور اس ٹھنڈے پانی کو تادیر دیکھا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور یہ کہتے ہوئے چلو بھر پانی کو سپھر

دریا میں پھینک دیا کہ عباس! جبکہ حسین اور حسین کے بچے پیاسے ہیں تو یہ آئین و فاکہ خلافت ہے کہ تم پانی پیو۔

آپ موجیں مارتے ہوئے دریا سے پیاسے ہی پلٹ آئے اور مشک لے کر خیام اہل حرم کی طرف متوجہ ہوئے۔

راہ میں دشمنوں سے سخت محرکہ پڑا مگر اس سقائے حرم نے بھری ہوئی مشک کی طرف جو کانٹے سے پرستی کچھ بھی التفات نہ کی اور اپنی آخری سانسوں تک پانی کی حفاظت میں ہی کی۔

بہر حال حضرت عباس علیہ السلام کی شخصیت باعتبار علم و فوج ہونے کے بے مثل و بے نظیر شخصیت تھی۔ آپ کے مراتب نزد خدا و رسول و پیش ائمہ علیہم السلام سب کمین زیادہ ہیں کہ بیان کئے جا سکیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا شہادت حضرت عباس پر فرما نا کہ اب میری کمر لٹ گئی اور راہ چارہ مسدود ہو گئی۔ اس امر کو ثابت کرنا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو حضرت عباس کی زندگی تک بڑا بھروسہ تھا اور بعد شہادت حضرت عباس گویا حسین علیہ السلام کے لئے زندگی بے راہ اور بے لطف ہو گئی تھی حضرت امام حسین علیہ السلام کو حمایت عباس پر وہی بھروسہ تھا جو رسول اللہ کی زندگی کا سہارا تو ان کے آخری وقت تک ان کا حلق و مددگار رہا مگر افسوس صد افسوس کہ حسین کی زندگی کا سہارا حسین کی زندگی ہی میں نظروں کے سامنے دشمنوں کے ہاتھوں شہید کر دیا گیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے قلبی تاثرات کا ثبوت مندرجہ ذیل واقعہ سے بخوبی ملتا ہے۔

## رباعیات

رازِ توحیدِ فکرِ جنابِ مولانا عالمِ ارضوی صاحبِ دیرِ کابل  
پریڈیٹ اسجمنِ پنجتنی شاہ گنج آگرہ،

ستارہٴ اسلام

یوں گلشنِ ایساں گونگھارا شیر،  
اولاد کے خوں سے سنوارا شیر،  
اب خاک میں کر بلا کی تباہ چکے گا،  
اسلام کی قیمت کا ستارا شیر،  
”ناخدا کی کشتیِ اسلام“

اسلام کی کشتی کا سہارا تو ہے،  
جس ذات نے ملت کو ابھارا تو ہے  
لے کر بلا والے تین دن کے پیاسے  
کوثر کی روانیوں کا دہارا تو ہے

”یادِ شہید“

کیوں دردِ عالم کی آگ میں جلتا ہے  
غم کے سانچے میں کس لئے ڈھلتا ہے  
تازہ کرتا ہے یادِ کس کی خورشید  
ہر صبح لہوِ منہ پر کیوں ملتا ہے،  
”شہیدِ عظیم“

ایساں کے جواہر کا دھینسہ تو ہے،  
اسلام کے خاتم کا نگینہ تو ہے  
آغوشِ خاکِ خون، شہیدِ عظیم  
سرِ مایہِ فطرتِ سرِ کاخِ منیر تو ہے

ماہی محمد رضا ازوی نے حضرت عباسؓ کا مثنوی زبان  
حضرت امام حسین علیہ السلام کہا۔ اس میں ایک مصرع  
فرمادیا۔ مصرعہ

یوم ابوالفضل استجار بہ الہدیٰ

(یعنی روزِ عاشورہ وہ روز تھا کہ اس روز حضرت  
امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت عباسؓ کی پناہ  
چاہی) جب اس مصرعہ کو لکھ چکے تو دل میں خیال آیا کہ مبادا  
دوبارہ امام حسین علیہ السلام میں یہ مصرعہ مقبول نہ ہو۔

اس کے بعد دوسرا مصرعہ اس مصرعہ پر نہیں لگایا۔  
شب کو خواب میں دیکھا کہ انوی تم نے جو کچھ کہا ہے وہ درست  
ہے بیشک میں نے اپنے بھائی عباسؓ کی پناہ چاہی اور  
پھر امام نے خود ازوی کے مصرعہ پر مصرعہ لگا دیا۔  
والشمس من کدر العجاج لنا ہما

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت میں عباسؓ کی پناہ  
میں تھا اس وقت آفتاب بھی تیرگی غبار کر بلا سے نقاب  
پوش تھا۔

نہرایا تو بہ تصدق و فائے حضرت عباسؓ ہمارے  
جوانوں، بوڑھوں اور بچوں کو جذبہ و فائے مذہب  
عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

نظارہ کی بقا کی ذمہ داری شیعہ  
قوم کے بچے بچے پر ہے

# با و ف ا تم ہو

اشعار مجیدہ در شان حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

(از جناب سید سرفراز حسین صاحب شیرکھنوی)

خدا شاہد ہے اے عباس جان مرتضیٰ تم ہو  
تمہارے جدا ہو غالب مرتبی پیغمبر تھے  
تمہارے عم ذیقدر احمد مختار رحمت تھے  
پدر سیف جن کی خاطر ذوالفقار آئی  
علیٰ کو دی خدا نے چشمہ کوثر کی مختاری  
پیر اندر زور بازو کے شہنشاہ رسالت تھے  
علیٰ نے دی انگوٹھی ہاتھ کی ساکلی کو مسجد میں  
قسم دے کر نہ تم کو زور دے گرسید والا  
کیا دو ہاتھ میں پاراس طرح دریا شہادت کا  
یہ تم کہتے ہو میں ہوں اک غلام دلبر زہرا  
خبر آج آئے ہو درگاہ میں باب اسرار کی

د ف ا م بھر رہی ہے جس کا ایسے با و ف ا تم ہو  
تو مر بوب جگر بند رسول کبریا تم ہو  
برائے اہل ایمان رحمت رب علام تم ہو  
پیسے اعدائے دین شمشیر تھر کبریا تم ہو  
وہ ساتھی ہیں تو سقائے حرم نام خدا تم ہو  
مگر دست زبردست شہ کرب و بلا تم ہو  
دیئے ہاتھ اپنے راہ حق میں وہ اہل عطا تم ہو  
سمجھ جاتے عدو اس وقت پھر تم کو کہ کیا تم ہو  
صدرا کوثر نے دی بیشک حقیقت آشنا تم ہو  
مگر زہرا یہ کتنی ہیں کہ میرے دلبر با تم ہو  
دعا مقبول ہو جائے گی مصروف دعا تم ہو

عجب کیا ہوئے خلعت تھیں دربار حیدر سے  
کہ ان کے محل کے مدحت سرا صبح و ما تم ہو

# عنصرِ محبت و ارکانِ فنا

نوشتہ حضرت صدقہ الملامہ مولانا سید محمد مجتبیٰ صاحب قبلۃ دہ اسلام

(سرپرست دائرۃ الاشاعت ڈگانوہ ملو آباد)



جب محبت و معرفت ہو اور محبت و معرفت ہونے کی صورت میں تعلیمات و اسوہ حسنہ سے یہ غفلت نہیں ہو سکتی۔

معلوم ہو کہ ہمارا یہ ثواب ایسا معتمد ہو کر رہا ہے جس کا صلہ ہونا ناممکن ہے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اخلاق و علمائے مذہب و پیشوا یا ان طریقہ کے بھند ہوں ان کی تعلیمات کی توہین کرتے ہوں معاذ اللہ خود ان کی توہین و تدلیل کا سبب ہوں اور ان کے ذکر سے جنت واجب ہو جائے پس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟

کافروں نے ہمیں مسلمان کہہ کر تسنیوں نے شیعہ کہہ کر بلکہ تبرائی کا خطاب دے کر اور قریبوں نے بھید کہہ کر چھوڑا آخر ہمارا اصلاحی و اخلاقی مضامین سے یہ بعد کب تک لے دے کر بھائیوں کی محبت رہ گئی تھی وہ بھی میچ معنی میں ہمارے یہاں نہیں پائی جاتی اس کو ہم نے زیادہ سے زیادہ حقیقی بھائیوں کا تصور کر دیا ہے اور سوچتے بھائی باہم منافرت و خانہ جنگی کا شکار ہیں یہاں تک کہ لفظ تسوئیلہ کے تصور کے لئے منافرت و عداوت کا تصور لازم آئے گا حالانکہ اگر امام حسین علیہ السلام کے سوتیلے

ہماری اجتماعی کمزوری تنظیمی خرابی اور قومی ضعف کے اسباب کی فہرست طویل ہے طبی مضابطہ معنی مذہب سے فائدہ اٹھانا ہم نہیں جانتے اسلامی پاسداریاں اور ایسا فی نگہداشتیں ہم میں کیا بے برادرانہ مواسات و رفاقت کا جذبہ کمزور قوم و قبیلہ اور عزت کا صحیح لحاظ کا اندام اور ان تمام خرابیوں کا موجب ہماری وہ غفلت ہے جو ہم اپنے بزرگان دین و پیشوا یا ان مقام کی تعلیم اور ان کے اسوہ حسنہ کے ساتھ عمل میں لارہے ہیں۔ اور صرف ہم بس فضائل سننے اور پڑھنے کے عادی آدمی ہمارے واعظ و مقرر اکثر ہم کو وقتی طور پر خوش کر کے نعرہ ہائے داد و تحسین سنانے کے غورگزیہ مسلم ہے کہ صرف تذکرہ فضائل یا ذکر مصائب بھی ثواب سے خالی نہیں لیکن تعلیمات سے غفلت اور عمل کے فقدان کا دائمی مرض ہمارے لئے اس قدر مہلک و دنیا و آخرت کی رسوائی کی طرف لے جانے والا ہے کہ اس کے مقابل صرف وہ ثواب ضامن نجات نہیں ہو سکتا بلکہ ثواب کامل تو مترتب ہی اس وقت ہو سکتا ہے



سید الشہداء علیہ السلام سے پہلے بھائی تھے مگر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ یہ (سوتیلے کا) سوال ہی غلط اور خرابیوں کی جڑ کا خطہ کو دیکھنا تھا کہ بے چین ہو گئے جو شش محبت و وفا میں عرفانی سے کہا کہ تو ابھی یہاں سے دور ہو جا اور ہمارے ماموں جریر سے کہہ کہ ہم ابن زیاد کی امان نہیں چاہتے ہیں امان خدا کافی ہے۔

اسی طرح جذبات و فضا کو اٹھانے کے یہ مقدمہ کافی ہے کہ شمر پردہ شب میں اپنے لشکر سے نکل کر فوج حسیں میں آیا اور چونکہ حضرت ام البنین اس کی ہم قبیلہ تھیں اس لئے ان کے فرزندوں کو بھانے کا خیال خام دل میں لے کر اس نام کی قرابت کو نمایاں کرتے ہوئے آواز دی این بنو اخصنا ۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ یعنی میرے بھائی عبداللہ و جعفر و عباس و عثمان کہاں ہیں جب امام حسین علیہ السلام نے یہ آواز سنی تو ان شاہزادوں نے فرمایا کہ دیکھو شمر کیا کہتا ہے اسے جواب دو فرزند ان امیر المومنین اس کی جانب متوجہ ہو گئے اس نے کہا کہ میں تمہیں امان دیتا ہوں حسیں کے ساتھ ہو۔ (معاذ اللہ)

جنگ نہ کرو فوج حسیں سے نکل آؤ اور یزید کی بیعت کرو۔ وہی عباس بن جن کی جان حسیں پر قربان تھی لاکار کر پکارے کہ اے شمر تجھ پر بھی لعنت اور تیری امان پر بھی لعنت اے دشمن خدا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے بھائی اور سردار فرزند نذر ہمارے کو چھوڑ دیں اور یزید کی بیعت کریں ملعون تو ہمیں امان دیتا ہے اور فرزند رسول کو نہ

بھائیوں حضرت ابو الفضل العباس اور دیگر فرزندان ام البنین کے تذکرے اس پہلو کو صحیح اور واضح طریقے سے روشن کرتے ہوئے ہمارے سامنے پے در پے آتے رہا کرتے یہ مرض اس حد پر نہ ہوتا سوتیلے بھائیوں کی نگاہیں باہم خوشخوار نہ ہوتیں اور ہم بھی یہ کہنے کے مستحق ہوتے کہ ہمارے یہاں کم سے کم بھائیوں میں تو محبت موجود ہی ہے۔

تمام فرزندان امیر المومنین خصوصاً فرزند ان ام البنین علیٰ مخصوص حضرت عباس علیہ السلام کی شاندار شہر نشین اور عظیم المثال تعلیمات اس سلسلے میں آب زر سے لکھنے کو قابل ہیں کاش سوتیلے بھائیوں کو ان سے فائدہ اٹھانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق ہو اس خانہ جنگی اور تباہی سے محفوظ رہیں جس میں وہ مبتلا ہیں بلکہ تمام بھائیوں کے لئے آنحضرت کے حالات اس قاعدہ کے ماتحت اور زیادہ سبق آموز و سرمایہ نصیحت ہیں کہ جب سوتیلے بھائیوں میں یہ اتحاد اس قدر پائے اور ایسا جذبہ محبت تھا تو حقیقی بھائیوں میں کتنا ہونا چاہیے جریر کلابی ابن زیاد کے لشکر میں ایک شخص تھا امیر المومنین کے یہ چاروں فرزند عبداللہ جعفر عثمان اور عباس اس کے چچا زاد بھائی تھے تھے اس نے ابن زیاد کے ایوار سے اپنے غلام عرفان کی معرفت ان چاروں کے پاس ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا کہ تمہیں حاکم کی طرف سے امان ہے حسیں سے علیحدہ ہو جاؤ جب یہ نامہ ان وفاداروں کے پاس پہنچا تو اگرچہ وہ



ان حضرات کی یہ وفا کیسے تو زبان تک عہدہ تھیں لیکن  
 عمل اس سلسلے میں کیا کیا تعلیمات دیں اور کیونکر اس بے جا  
 جذبہ کو توڑ کر دکھایا جس میں زمانہ مبتلا ہے اس کے بیان  
 کو دفتر و کار ہیں حسین پر قربان ہو جانے میں ہر ایک کے دوسرے  
 پر سبقت کرتا تھا سر جہوں پر بار ہو رہے تھے اور ہر گھڑی  
 ایک قیامت گزر رہی تھی جناب عباس اپنے جوش و ولولہ  
 کے ماتحت سب کو بار بار جان نثاری کی ترغیب دیتے تھے  
 بالآخر ہزبرگوں کے نام چکاڑیے 'وفا کے جوہر دکھا دیئے'  
 شجاعت کے سکتے جما دیئے جسٹن کے قدم پر سر کٹا دیئے۔  
 فرزند زہرا پر ام البنین کے یہ چاروں فرزند اس خلوص و  
 محبت کے ساتھ قربان ہوئے کہ تاریخ نے نظیر نہیں لاسکتی  
 اور اسی طرح امام حسین ان حضرات پر شفقت فرماتے تھے  
 بڑے بڑے اصرار کے بعد میدان میں جاتے دیتے تھے جب  
 مجبور رہی ہو گئے کوئی صورت ہی نہ رہی وقت ہی آگیا  
 تب ہر ایک کو جدا کیا پھر ہر ایک کی لاش پر گئے مگر یہ  
 فرمایا لاشیں اٹھائیں اس حال میں کہ جب حسین میں ہجوک  
 پیاس مصائب اور زخموں سے کوئی حال باقی نہ تھا اور  
 کیوں نہ ہوتا یہ ماؤں کی تعلیم تھی ان کی مائیں ہی اسی تھیں جن میں  
 سوتا چپے کی رقابت اور کشمکش نہ تھی زندگی بھر خود بھی شہر  
 صدق و صفا اور قانون وفاق و وفا پر کار بند رہیں  
 اہل اولاد کو بھی یہی تعلیم دی۔ اور ہر ام البنین روئے میں  
 پہلے ہائے حسین کتنی تھیں اور پھر ہائے عباس۔ اور ہر نازنین  
 خواب میں نازکوں کو یہ ہدایت فرماتی تھیں کہ تم میرے فرزند  
 عباس کی زیارت کو کم کیوں جاتے ہو خدا کرے کہ قافلوں ہر

سید الشہداء امام حسین اور حضرت عباسؓ کا دم بھر کھڑا  
 اس سے سبق لیں فائزہ اٹھائیں ان کی سیرت پر  
 عمل کریں اور ناظرین و سامعین اپنے منیا رہیں سیدگی  
 کو بدل کر مقررین و محررین کو ان تذکروں میں اصلاحی  
 اخلاقی مضامین کی طرف آنے کا موقع دیں۔ (واللہ اعلم)

## یہ جان شیرب کی یہ روح مدینہ

از جناب لٹنا سید عالم الرضوی صاحب بیرکامل  
 پریسڈنٹ انجمن نجاتی شاہ گنج آگرہ

یہ دن ہیں صیت کے یہ غم کا مہینہ اہل کے طغیان میں یا اہل مدینہ  
 کتنا ہو کلا جکا جلتی ہوئی ریتی پر یہ جان شیرب کی یہ روح مدینہ  
 عباس تن تننا لاکھوں کے مقابل میں کلنیم پریشاں میں بیتاب سکنہ  
 عباس کے ساحل پر پہلے گئے تو رہیں پہلے کی زمین کی یہ صاف ترین  
 اگر کہیں بھی آئی تو اہل بولی ہنسل میر کا یہ چاند سینیہ  
 دامن چٹان سو صخر کے ملک لے اسلام کے خاتم کا تھا سا لگتی  
 ششما کی مہکتا سر کاٹتے ظالم اولاد میر سے نفوس یہ کینہ ہٹ  
 اکبر کے ترس سر کو وقت پہنچو ہیں دم جسم کو کھنچتا ہو تھے پیدہ  
 یکس کو ملے ہو سو چو تو مسلمانو! سڑا اہل کلا شیر خزانہ ہے  
 لے کو فیدہ تلو اور کو نسا نہ سب ہمارا کلا کاٹو یہ کوئی ترس ہے  
 لے اہل فاجس نے جان اہل خدا میں ہاں یاد اسے کر لیں یہ ہیرہ  
 ہاں لفت سرور کی یہ شیر مہیاں طے کر کے  
 وہ سامنے لے عالم فرودس کا زمین ہے

# یہ مالِ زندگی ہم اور شانِ زندگی

== از مداح اہلبیت جناب امیر حسین صاحب امیر بلگرامی ==  
 ————— (تحصیلدار بہرہ ضلع باندہ) —————

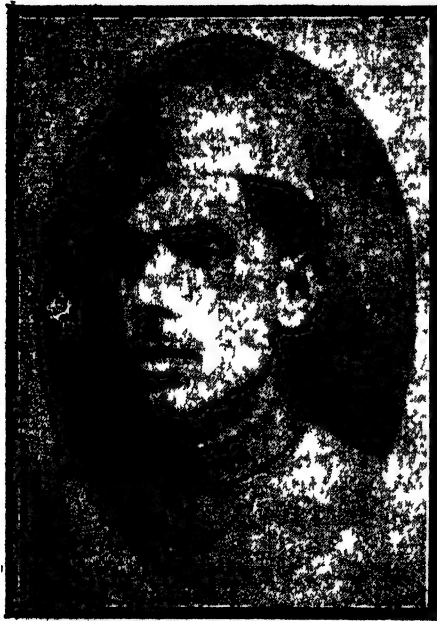
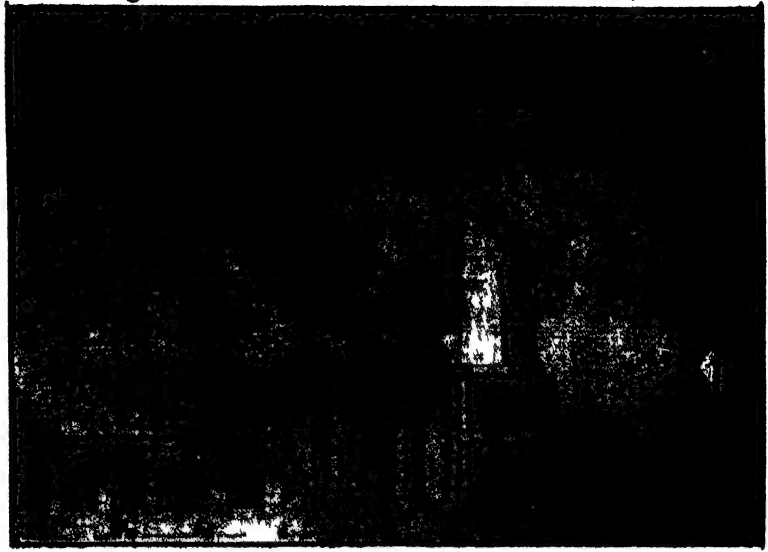
لٹ گیا دشتِ بلا میں کاروانِ زندگی  
 اس کو وہ جلنے کہ جو ہوا زردانِ زندگی  
 یا تو مٹا لا خود بتائیں یا زبانِ زندگی  
 عمر بھر شہ کو رہا دردِ نہانِ زندگی  
 ایسا کچھ اجڑا استھان کا بوستانِ زندگی  
 زندگی شپیر کی ہے آسمانِ زندگی  
 شہ نے کھولا کر بلا میں بادبانِ زندگی  
 ہو گئے صلی اعلیٰ بس کامرانِ زندگی  
 ہو غزاں شہیر کا جب بوستانِ زندگی  
 یہ مالِ زندگی ہے اور شانِ زندگی  
 کم نہ ہو گی حشر تک ہر گز فغانِ زندگی  
 حشر تک لب پر رہے گا یہ بیانِ زندگی  
 ایک دن پھٹک جائے گا اپنا مکانِ زندگی  
 حضرت شپیر ہے لاریب جانِ زندگی

کیوں نہ ہو پردہِ شہ کی دستانِ زندگی  
 کر بلا میں کیوں ہوا تھا امتحانِ زندگی  
 کس طرح شپیر کا گزرا زمانِ زندگی  
 کوئی ہو گا اور پایا جس نے ہو دنیا میں چین  
 کھل سکا پھر غنچہ خاطر نہ عابد کا کبھی  
 چشمِ بینا جس کی ہے وہ دیکھ سکتا ہے فقط  
 کشے امت سچانے کے لئے طوفان سے  
 سر کا کر راہِ خاقی میں حسین ابن علی  
 کب تجھے ذیبا تھا لے چرخِ کہن دیکھا کرے  
 سر کا کر زندہ جاوید سرور ہو گئے  
 ایسا ٹھکرایا ہے اس کو حضرت شپیر نے  
 بے خطا اعدائے مارا حسنِ اسلام کو  
 غم میں شہ کے قلب اٹھتے رہے شعلے اگر  
 عمر بھر کہتے رہے سبے ہمیشہ بار بار

ہر گھڑی ذکرِ شہ بیکس پہ رونالے امیر  
 سچ میں کہتا ہوں کہ ہے روحِ روانِ زندگی



سید ہدایت حسن صاحب لکھنؤی



سید فروغ صاحب افسر لکھنؤی



حصرت غفر اعاب طاب ثراہ  
چلہوں نے ہڈنوسٹان میں شہبہ کی تبلیغ کی



لکھنؤ کی ایک مشہور مجلس جس میں حضرت عمدة العلماء رفاق افروز ممبر ہیں



سید علی اظہار صاحب نقوی مرغوب چاندپوری اور سید المود



سید ظفر عباس فضل ایڈیٹر نظارہ

# حزین یزید ریاحی

(از جناب مرزا فدا علی صاحب خجھر لکھنوی)۔

زیادہ رسول اللہ کے دلارے فرزند حسین اور ان کی اک اولاد،  
عزیز باقارب، اصحاب و انصار کے عابرانہ قتل کا بیڑا اٹھا  
کے ملکہ کے کتاب مورچہ ڈالے پڑے تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ  
آل اہل بیت کی سیاہ کاریوں یا کفر و انہیوں کا دامن چاک  
کر کے اسلام کا ایساں افروز نور پھیلانے والوں سے دنیا ستلاؤ  
کر سکے اور بدرواحہ خیر و خندق کے کشوں کا خون زمانے  
میں انتقام دے جائے آخر غم غم کی تو تلواریں چوڑی  
سورکھ میں برقی جہدہ من کے چکی اور بھانے لات وہیل کے  
کیسے کیسے دلا در سپوتوں کو انبی بطل شکن آج میں بھسم کر گئی  
ان کی ناپاک دھیں منور انتقام انتقام کا شور کرتے شانی دیتی  
ہیں بھلا اس سے بہتر کوئی اور زمانہ بھی آل رسول کا کھڑی  
سے فائدہ حاصل کرنے کا ہو سکتا ہے۔

یہ خیالات تھے جو ان زر پرستوں، دنیا کے بندوں کو خدا کے  
ذاب سے بے پروا کرتے ہوئے انہماکیت سوز مظاہر آسمان کے  
تھے۔ از لیکر ان کے قلوب پر ہاشمی دلیروں کی دھاک جی تھی  
محض اس عرض کے ماتحت فوج کے سالار عمر سعد نے ساتویں  
سے عافیت خواہ دامن دوست حنیفوں پر آپ و دامن بند کرنا  
تھا، ان کے پڑے، جوان، بچے، اور پردہ نشین عورتیں

دس دن رات کے منہرہ چاند نے سراپردہ مغرب سے  
برآمد ہو کر عراقی ریگستان کے ذروں کو چمکانا شروع کر دیا،  
پہلے پھر کی تھی جوئی زمین منفا کا ہلکی ہلکی خنکی سے جلتے ہوئے  
تھیں کھنڈا کرنے میں شہر وخت ہو گئی شب کی لطیف و غریب  
ہوائیں نہایت کی متحرک سطح سے بے پاؤں گزرتے لگیں خدا  
لی ہے زبان خلوق جو صوم کے اوقات آدھیں سموں سے بچے  
کے واسطے محفوظ بھٹوں اور سسوں آشیاں میں پناہ گزیں  
ہو گئی تھی۔ موسمی نش میں کمی واقع ہو جانے سے قدرت کے  
بھانے ہوئے وسیع و سرخاں سے ازوقہ حاصل کرنے کو  
نکلنے لگی۔

نہایت ہرگ دگیاہ کے میدان میں شہزادہ الارض کے مانند  
جمع ہو جانے والے کو فیوں اور بختیوں کی سیاہ، بھوری اور  
بھٹی چھو لہریاں کسی قدر بے ترتیبی کے ساتھ در و در تک  
پھیل کر ہندوئے نظام سے پیش کرتی نظر آئیں بدوں کے سادہ  
مسترد، پانی پھڑکی ہوئی بالوں پر کچھ گئے اور دس دس، جس میں  
کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں، بچے فاصلے پر بھی رات گاہ حاضر  
پانچ و تیرہ کرٹی دکھائی دینے لگیں۔

ہر گز سیدہ کے لالی، علی کے میوہ دل اور لن سب سے

پایس کی سختیاں برداشت کر رہے تھیں مگر صبر و رضا کا واسطہ ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا۔

مخافت گروہ میں جو کم سے کم تیس ہزار پرشکل تھا چند افراد ایسے بھی تھے جن کے ایمانوں کی ہنوز کفر کا رنگ نہیں لگا تھا لیکن عبید اللہ ابن زیاد کے قہر و عذاب سے محفوظ رہنے کا خیال اقلیہ کے طور پر گراہوں کے ساتھ کر بلائے آیا تھا۔ انھیں یقین تھا کہ موجودہ ہم کا خاتمہ امن و صلح پر ہوگا کیونکہ خطا کار سے خطا کار مسلمان بھی خدا کے پیغمبر کے مائدوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے اہلبیت کی بے حرمتی نہیں کر سکتا۔

ان حق پسندوں کی توقعات پوری نہ ہو سکیں خدا کے دشمنوں نے حقوق اناس کو ایک طرف خدا و رسول کے حق کا بھی پاس و لحاظ نہ کیا۔ ان کے مظالم کا شکیخہ روز بروز تنگ ہوتا رہا حتیٰ کہ نویں تا بیخ شام سے کچھ پہلے صلح و آشتی کے جملہ امکانات ختم ہو کر جدال و قتال لازمی قرار پا گئی۔

اب حق پسندوں کی فکر و تشویش کی حدود نہایت نہ رہی، غلط روی کا احساس ہوا اور اتنی شدت سے ہوا وہ تڑپ تڑپ اٹھے اگر یہ غلطی دنیا کے معاملات تک محدود رہ سکتی تو بھی غنیمت تھا۔ قیامت تو یہ تھی کہ مستعار زندگی کے لئے آخرت مٹی جاتی بنی زادے کے مقدس و محترم لوہوں ہاتھ و لکین کر لینے کے بعد شیعیں محشر کی سعی و سفارش کا کونسا امکان باقی رہا جاتا تھا پھر اس حالت میں جبکہ خود انھوں نے یزیدی فسق و فجور سے غفلت ہو کر امام زمانہ کو متعدد عرضداشتیں بھیجی اور قاصد روانہ کر کے کوئٹہ کی طرف تشریف ارزانی فرما رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انھوں نے امام ہونے کا دل کھڑا کرتے ہوئے دینی ذمہ داریوں کا واسطہ

تھا اور التجاؤں کی کچھ عدم منظوری کی صورت میں مستام نہ ہی کوتاہیوں کا جواب دہ انھیں بتایا تھا۔

پھر یہی نہیں مسلم بن عقیل کی تشریف آوری پر طرز عمل سے حد اقل کا بغوت و دیدیا تھا، کاش وہ اپنے عزائم میں ثابت قدم رہ سکے ماس مسلم بن عقیل کی رفاقت میں ناچیز جانوں کی قربانی ادا کرتے ہوئے اس نامبارک دن کے لئے باقی نہ رہ گئے ہوتے۔ اب ان کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ تفسیر کی حفاظتی نقاب چہرے سے دور کرتے ہوئے جس طرح ممکن ہو کفر و فحاشی کی تہہ بہ تہہ ظلمتوں سے نکل کر حق و راستی کے انوار سے جگمگاتے ہوئے عالم میں پہنچ جائیں اس کی مدد و نصرت کریں جو مدد و نصرت کا صحیح حقدار ہے۔ ایسا کی اطاعت و فرمان برداری میں سروریں جو دنیا کی سردار کیے علاوہ جنت کے کلی جواز کا سردار ہے۔



جس وقت معدودے چند خدائیدہ دلی انگلیوں میں اکٹھے ہوئے ان گھیتوں کو سلجھا رہے تھے۔ عین یزید ریاحی خیمے کے اندر اپنے بستر پر پھٹی کی طرح تڑپ رہا تھا اسکو نسبتہ زیادہ تعجب تھا کیونکہ وہی کینہ فطرۃ سرور کے حکم سے سبط رسول اللہ کو کر بلا تک لایا تھا اس لئے وہ اپنے آپ کو اس عظیم حادثہ کا ذمہ دار متصور کر رہا تھا ہوا کی جرات و دلاوری میں مطلق کلام کی گنجائش نہیں تیغ و تفتنگ کے کھیلوں میں اس کا بچپن گزارا تھا، جوانی میں بڑے بڑے معرکے سر کر کے نام و نمود حاصل کی تھی کوئی

سخت سے سخت خطرہ اس کے شیعہ دل کو مرعوب کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس روحانی خوف نے اس کے جوڑ بڑ بند بند کو مرنے لگا دیا تھا۔

جب تک صلح کا امکان باقی رہا قلبی اضطراب و التباب ایک حد کے اندر محدود رہا کیونکہ صلح ہو جانے کے بعد تعین طور پر اس کے جرائم کا بوجھ بھٹکا ہو جانے کی امید تھی۔ رسول کے گھروائیوں پر نام نہاد مسلمانوں نے پانی بند کیا تو اس کی جیتیاں فزوں ہو گئیں۔ اس کی آزاد روح محکومانہ پانی بند

سے گلو خلاصی کیلئے پھر ٹپڑانے لگی مگر اپنے لشکر سے کھلے بندوں نکل کر امام کی خدمت میں حاضر ہو جانا دشوار ہی نہیں محال نظر آیا۔ عمر سعد کے مقرر کردہ دستے عزائم سے خبردار ہو سکے ورنہ ہی میں خاتمہ کر دیتے اور وہ عفو و تقیر سے پہلے ندامت کا بار اٹھا جئے دنیا سے گزر جاتا۔

صلح کے دروازہ کھلے ہونا بھی ذرا ظہور ڈھارس کا باعث تھا۔ وہ بقرار دل کو دبائے نتیجہ کا منتظر رہا لیکن فطری تمیہ نے آب و غذا ترک کرادی وہ ہرگز گوارا نہ کر سکا کہ امام اسے بخشے

## نوحہ اہل عزا حسین کا ماتم کیا کرو

از جناب مولانا کاشف لکھنوی تلمیذ حضرت فضل لکھنوی

مصرف عنہم میں رہنا ہے تو یوں رہا کرو،  
لے ظالموں نہ بچے یہ ظلم و جفا کرو،  
لے اہل دل و خلوص کے دامن پر شک کرو،  
فرماتے تھے حسین یا عدا سے دم بدم  
آپس میں کہہ رہے تھے یہ نصار شاہدین  
عباس پر بھی ٹوٹ پڑے کہہ کے یہ لعین  
لے کو ذیو بھاری بلائے سے آسے ہیں

اہل عزا حسین کا ماتم کیا کرو،  
پانی پلا دو خون، رسول خیمہ کیا کرو،  
یہ نذر شاہدین کو برابر دیا کرو،  
میں صبر ہی کروں گا جفا پر جفا کرو،  
الغبت ہے امام کی حق سے دعا کرو،  
گل آب ہوئے ظلم سے شمع و فا کرو،  
پردیس میں نہ ہشاہ زمن سے دغا کرو

کاشف مہمونہ جادہ ذخیرہ عمر بھر  
ہوں جس میں بن نوحہ تم ایسے کہا کرو





ماہ فربہ نیا لشکر کی مددوں سے باہر نکل کے افشائے راز  
 پہلی حالت میں عمر سعد کی طرف سے ناقابلِ ممانعت رکاوٹیں  
 پیدا کر دی جانا یقیناً تھیں۔ یہی باعث تھا کہ حربہ شریک  
 کو بھی راز دینا نا پسند نہ کیا۔ اپنے رازدوں کو دل کے  
 ائمہ فوطر رکھا۔ یہاں تک کہ سونے رسولِ نادر۔ عکے یرغ  
 ہوا۔ صاحبِ نیمبر گریبان چاک کر ڈالا۔ سونے کی پہلی کرن  
 لگائی ہوئی زمین پختہ کی اور مسلمان نہا کافروں کے لشکر سے  
 ہاتھ دھوئے ناقہ بولی اذان کی صدا بلند کر کے منافق گروہ کو  
 قہقہہ عین کے قتل پر کمر بستہ ہونے کی دعوت دینا شروع کی  
 چھٹی سرب پھرداریوں اور خیموں سے نکل نکل کے سناٹھی  
 پہنچے۔ یہ سب غوغا ہوئے، پھر غوغا آراستہ ہوئی اور فوج  
 کے آگے تیرے تیرے کر کے انکلمات مکمل ہو گئے۔  
 "شیک ہی نہ لگا۔ تھا کہ ساز کر کے دوزخ کی شراب  
 بھرت کا متوالا۔ تکی اسلحہ جسم پہ بھارتے، گھوڑا سپاہ نامہ  
 سامنے آکھڑا ہوا۔ برجیدہ روحانی نشوونما نے اس کے پیر  
 شوکت چہرے کو مرتعسا دیا تھا۔ لیکن کھو ضلالت کی  
 دہریں سے نکل کر حق و ایمان کا جادہ تلاش کر لینے کا توجہ  
 سے سامع تھا آنکھوں سے اسید و بیم کی مخلوط کیفیت ٹپک پڑتی  
 تھی اور نہ میں لگا ہوں قلبی تفکرات کا اندازہ کئے بغیر نہ رہ  
 سکتی تھیں۔ چند لمحہ توقف کرنے کے بعد اس نے سوال کیا  
 "یا امیر! صلح و آشتی کے دروازے مددور ہو گئے کیا  
 اب معاہدت کا کوئی امکان باقی نہیں؟"

کیا حسین ابن علی کی شرطوں میں مجھے متوجہ رہے ہیں  
 دریافت کیا کوئی شرط اس قابل نہیں۔

جو منظور کی جائے؟

مستقلیت کے باوجود عمر سعد بولا۔ ابن زیاد کے نزدیک  
 کوئی تہرہ اسبابِ نصرت کے قابل نہیں۔  
 تو کیا کرنے پوچھا۔ فرزندِ رسول سے جنگ کر دے؟  
 بیشک۔ ہر مدنے جواب دیا۔ اتنی شدید جنگ کہ تلواریں  
 ٹوٹ جائیں گی۔ نیزے بیکار ہو جائیں گے، ترکشوں میں کئی  
 باقی نہ رہیں گے گا اور زخم کادہ میں کشتوں کے پستے لگ جائیں  
 گے۔

ترے پھر کوئی سواں ہیں کیا، مرکب کی باگ موڑ کے اپنے  
 رسالے میں آکھڑا ہوا۔ اُسکی آنکھوں میں دنیا تاریک تھی،  
 دست و پا کسی امدادِ فنی خون سے بید کی طرح لرز رہے تھے  
 اور وہ ٹپک ٹپک کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ ہکا دل چاہتا  
 تھا کہ کوئی نعلِ ہاتھ لگے اور بیدنیوں کی نظر سے بچ کر دنیا دل  
 کے گروہ میں پونچ جائے، لیکن فوجی ترتیب کچھ ایسی واقع  
 ہوئی تھی کہ شاہِ کم سپاہ تک پہنچنا آسان نہ تھا۔ جتنے  
 تک وہ دنگ سے نکلنے کی تدبیریں سوچتا رہا۔ اتنی دیر میں بربر  
 خضیر کا اختباہ اور سید الشہداء کا مدلل خطبہ ختم ہو گیا عمر سعد  
 ۔ انی کمان سے پہل تیر چھوڑ کر جنگ کا آغاز کر دیا اسکے  
 بارہ شیر۔ مائیں لڑکیں، بارش کے قطروں کے مانند  
 زیرِ پلے اور خیموں نے اُن کی پڑائی کو سینے کشادہ کر دیئے  
 اب جھک کو ایک بل بھی اپنی جگہ ٹھہرنا دشوار ہو گیا وہ کچھ  
 سوچے بغیر باگ اٹھا کر چل نکلا سید الشہداء کی خدمت میں حاضر  
 ہونے کی دہن دلیل منزل بنی اور جذبہ ایمان ہم عنان ہو  
 رسالے سپاہیوں نے چاہا کہ سالار فوج سے سلام کی اجازت

لینے جا رہا ہے وہ اس کی واپسی کے منتظر ہے۔ اور جرنے  
اس طرح بڑبڑاتا شروع کیا کہ کبھی قلبِ نوح کا رخ کرنا کہیں  
سیجے یا میرے کی طرف پٹ پڑتا مقصد تھا کہ صبح  
پہ کوئی آنکھ مطلع نہ ہو سکے اور وہ لشکر کا چکر کاٹتا ہوا  
امام کی خدمت میں پہنچ جانے راستہ میں بعض سرداروں  
سے ملنے کا اتفاق ہو گیا انھیں اپنی طرف متوجہ پا کر گفتگو  
پھرنے سے قبل ہی جرنے راستہ بدلے بلوے گوا مانہ تھا کہ  
کہ کوئی شقی القلب دلی جذبات و تاثرات سے مشتبہ ہو سکے



نصیب کی سعادت نے حر کو منزل کے سامنے پہنچایا  
مجاہدین کا مختصر گروہ فوجی ترتیب کے ساتھ دھندلا دھندلا  
دکھائی دینے لگا علم کا سبز بھرا جو تمام غروں میں کبھی طرکی  
دوش پر مل پڑا، کبھی جعفریہ کے ہاتھ پر بلند ہوا اور کبھی عین  
ابی طالب کے بازو پر معراج پاتا رہا تھا، آج حینِ فی الواقع  
سبقت کی محیت میں اڑتا ہوا دکھائی دیا اس کا دل بڑھ گیا  
اڑ دیکر ہمارا کی رفتاریز کر دی، منزلِ منزل کا جادہ قدم کے نیچے  
تھا کہ پہلو کی جانب سے ایک آہن پوش سوار فرس اڑتا ہوا  
آتا نظر پڑا۔

جرنے فی الفور مرکب کی دھکم فزات کی طرف پھیر کر ایسا اعلان  
کرا کر جیسے وہ گھاٹ پر جانا چاہتا ہے آنے والا سوار قریب  
پہنچا تو پہچانا کہ قرۃ بن قیس ہے وہ باگ کھینچ کر کھڑا ہو گیا  
جذباتی کیفیت طاری ہونے سے ہاتھ پاؤں تھکھڑا رہے تھے،  
اگرچہ اس نے اس کیفیت کو دبائے کی سعی بھی کی لیکن جہانی قوت  
ضبط و تحمل سے معذور رہا۔

قرۃ نے سوسے پاؤں تک حیرت کی نگاہ ڈالی، پھر  
ہمتاے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بولا تو راجہ کیا حال ہے؟  
خدا کی قسم اگر بچنے والا مجھ سے سوال کرتا کہ عراق کا شجاع کون  
مومن کون ہے؟ تو میں اس کے جواب میں کامل و نوری کے ساتھ  
تھا را نام پیش کرتا۔ مگر قس وقت میری حیرت کی انتہا نہیں کہ  
نہیں اس معمولی معرکہ میں رزہ پرانام دیکھ رہا ہوں؟

”رزہ پرانام! حرے اظہار دہراتے ہوئے کہا  
میری آنکھوں کے سامنے دو راہے ایک راہ مسیز مرزاؤں  
سے گزرتی ہے جہاں جا بجا میوہ مار دوخت اپنی جملہ لذت  
آزمینیوں سمیت بھوم رہے ہیں۔ سیکڑوں شکار دعوت و شجہ  
میں معروف ہیں دنیوی خوش کامیاں ایک ایک گام پر قدم  
چوڑے کو تیار ہیں لیکن اس کی انتہا پر موزے کے فضاک شط  
لیک رہے ہیں! اس کے برفلات دوسری راہ کا گڑھ سے  
عمور ہے، قدم قدم پر ذلت و رسوائی، مصائب آرم کا سامنا  
ہے کوئی کام خطرے سے خالی نہیں گروہ راستہ ایک ایسے  
سدا بہار باغ پر نہتی ہوتا ہے جس کی کیفیتیں لفظوں کے سنجے  
میں نہیں ڈلی سکتیں۔“

حر خاموش ہو گیا اس کی آنکھوں سے انتہا فکر و تشویش  
ٹپکنے لگی۔ قرۃ بن قیس اس گفتگو کا مطلب نہ سمجھ سکا اس نے  
شعجاب فتح کرنے کی غرض سے: ”خوایہ معہ میرے ہم سے باہر  
تر ہے۔ جو کچھ کہنا ہو صاف کہو۔“

”کچھ نہیں۔ جرنے نالٹے ہوئے جواب دیا۔ کیا تم نے اپنے گھوڑے  
کو بانی پلا لیا ہے؟“

”نہیں۔ قرۃ بولا گراں پاؤں گا۔“

عورت کیا ایک باپ کی آواز نہ کر چکا اور نہ ایک لہجہ لہجہ کرتا ہو گا  
بڑا کر کے مقابل آنکھڑا ہوا۔

تبیار جڑے بھرائی ہوئی آواز سے کہا اس وقت میری آنکھوں کے  
سائے دو متغادر منظر پیش ہیں۔ ایک طرف جنم کے سخت و سخت  
شعلے لپک رہے ہیں، دوسری جانب بہشت غیر بہشت کی ہمارے  
جلوہ گر ہیں مگر ان تک پہنچنے کیلئے تلواریں کی باز ہو کر گزنا پڑے گی  
اس باب میں تمھارا کیا خیال ہے؟

جو آپ پسند کریں۔ علی نے جواب دیا۔ مجھے اطاعت و فرمانبرداری  
سے بھرتا نہ ہوگا۔

”مرحبا ہونے رضا مندی ظاہر کی لیکن تمھارا باب منہ میں  
چلنے کی طاقت نہیں رکھتا، اس لئے جو اتنا ان جنت کے سرشار  
علی کی حضور میں صغیر تعقیر کی غرض سے جانا چاہتا ہوں۔“

یہ حصول سعادت کس لئے علی نے کہا۔ میں بھی ہمراہ مکاب ہوں  
باب، بیٹے متفق ہو کے گرد پیش نگاہ کی، مخالفین کی لڑائی  
وجہ جنگ کی طرف متوجہ تھی اُن دونوں کی جانب کوئی آنکھ نہ لگا  
نہ تھا اس بوتل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دونوں باب جیوں نے  
باگین دھسائی کر کے اڑ لگائی۔ عورت گھوڑے فراتے بھرتے ہوئے ارم  
کے جادو پر ہوئے۔ اب راکھوں کو کسی مزاحمت کی پھر واقعی  
نہزاروں ہتھیاروں کا خون، خون نیز تیر سنسناتے ہوئے ان کے  
دھننے بائیں سے گزر رہے تھے اور وہ اُن کی جانب دھیان دینے بغیر  
بڑبڑا چلے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ درمیانی مسافت طے ہو گئی اور وہ  
دشمنوں کی حد سے نکل کر جو ارحمت میں داخل ہو گئے۔

چینی سرفروش محکمہ دار و گیر میں اچھے تھے جو تیر سا شخص سے  
آتما تھا بڑھ بڑھ کے ڈالان پر درک لیتے تھے بیچ کے قلب میں

+ ”فرورہ پڑ گیا؟“ سونے کے گھانا اور اڑدے کر گھوڑے کو زور  
کی طرف چھوڑ دیا

قرۃ دل ہی میں سر کی گھٹکوں سے پریشان ہوتا ہوا لشکر کی  
جی ہوئی صفوں کی طرح واپس ہوا۔ خیال تھا کہ سونے سے گھٹکوں  
کو سیراب کر کے واپس آئیگا تو پھر حقیقت دریافت کرنے کی  
سچی کی جائے گی۔ اسے وہم تک نہ تھا کہ جو قیمت سا جو چکی  
ہے نفاق کی تاریک گھٹائوں سے نکل جائے کے بعد کوئی خوش  
اقبال غلاموں کی طرف نہیں دیکھا۔ اسی طرح جیسے ٹاکا  
ہستی سے گزرنے والے پھر کبھی دنیا کا رخ نہیں کرتے۔

لشکر کا چکر کاٹتا ہوا اس جگہ پہنچا جہاں سے سید ہارام  
کی خدمت میں حاضر ہونا ناممکن تھا۔ یہاں پہنچ کر راہ ہارام کی  
باک کھینچی، گھوڑا رکا اور اس نے محاذ پر گشتی نگاہ ڈال کے دیکھا  
دھائی کا آغاز ہو چکا تھا کاندھوں کی کانیں کو لگ، رنجشیں  
حین ابن علی کی طرف آئے والا ہر تیر شہادت کا مژدہ لے کر  
حاضر ہوتا تھا مگر لہجوں نے اپنے سینے سپر کرتے ہوئے ہر شہیدوں  
کو جلتے میں کیا تھا یوں کہ حریف کی صفوں سے آئے والے ٹاک  
ان کے تریب نہ جاسکتے تھے۔

سورہ چند لمحوں تک ساکت و سامت رہ کر حق و باطل کی  
لڑائی کا تماشا دیکھا، دلیرانہ جذبات میں غلام پیدا ہوا انہوں  
خون رگزیں میں جوش مارنے لگا اور اس نے اپنے رسالے کیطرت  
منہ کر کے اپنے بیٹے علی کو آواز دی۔

علی ابن محمد باپ کے تاثرات کی مطلق طلوع نہ تھی وہ اپنے  
ظہام پر قلب کی طرح جما ہوا فیوض کی نقل دیکھتے دیکھتے

نہیں ہوئے۔ جو غرض کی اس بات کو انتظار کیا کرتے تھے،  
 اچھا یہی خواہش ہے کہ امام نے اجازت مرحمت کی ہے۔  
 خداوند فرمائیے والا ہے:

حرم نے گھر سے پر حجاب ہو کر اپنے کو ساتھ لے کر اپنے گھر  
 اٹھا دی تیرہ صد کی بوجھ سے ڈالوں کی پناہ لے کر چلے گئیں  
 جاننا زمین میں اس کے قلب کا جوش و خروش و خیرین کر کے  
 پر جلدی ہو گیا منور بن سب کے شکرت کوئی پہلوان مقابلے  
 کو نہ آیا تھا کہ خود اس کے رسالے سے وہ جوان باہر نکلتے گئے  
 پر سوار و زمر پیادہ دونوں کے ہاتھوں میں لیے لیے ہوئے تھے  
 تھے وہ لوگ کے گلوں میں چر رہے تھے کے ساتھ چلے گئے جو اسے  
 تیغ رنگ دے تھے۔

دیکھنے والوں نے گمان کیا کہ حرکت کی بنا پر اسے برا چاہتے ہو  
 بنوا دیے کہ وہ نہ ہوئے ہیں۔ محض اس خیال کے باعث فرما دیے  
 خاموش کھٹے نتیجہ کا انتظار کرتے رہے اور وہ دونوں بہت  
 بڑھتے رہے حجاب علی کے بالقابل چاکر رہے ہوئے تھے تحقیق  
 یہ دونوں نہ خاموشانہ بندہ کے باعث اپنے تھے نہ کوئی غرض  
 بلکہ سوار کا بھائی مصعب بن یزید یا بھائی اور پیادہ حرکت کا غلام  
 عروہ تھا۔

عروہ نے قہور کر اپنے سید و مولا کے قہور و انکسیر میں مل کر  
 قہنی عقیدت و فرمانبرداری کا اظہار کیا لیکن مصعب نے  
 شکوے کے طور پر کہا: بھیا! آپ کو خدمت میں چلے آئے  
 چلے چلے کو دوزخ میں چھوڑ دیا:

منور خلد کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ حرم نے جواب دیا:

سید رسول اللہ مدظلہ افروز تھے۔ پشت پر علم کا سبز پیرا پہنا ہوا  
 تھا۔ یہیں ویسا تھا زائد رسالت و رسالت کے شریکی جان کھوئے  
 تھے۔ ان کے ہاتھ تلواریں کے قبضے پر تھے اور لگاؤں و لعین سکاو پر  
 لگی تھیں۔ ایک ایک اعرابی و بال سے ہاتھ باندھے خود سے منہ  
 چھپائے حاضر ہو کر گھوڑے سے کودا اور مصعب کو امام کے قدموں پر  
 جھک پڑا۔

بھائی! تو کون ہے؟ امام نے محاذ سے نگاہیں پھیر کر قہر میں  
 دہلے سے فرمایا۔ فرما سزا تھا:

مولا! تو مونہر جھکا ہوا عرب بولا۔ اگر کوئی خطا کار تو یہ کہ  
 تو قبول ہو سکتی ہے؟

معت کسی کو بایوس نہیں کرتی۔ خطا بخش و کریم امام نے  
 ڈھارس دی۔ مگر تو ہے کون؟

وہی مصعب کا عرب نے عرض کی۔ حرا بن یزید ریاحی جو  
 آپ کو گھیر کر کر لایا تھا:

میں نے تیرا تصور معاف کیا۔ فرزند رسول نے فرمایا۔ اور خدا  
 بھی بخشنے:

حرم کا چہرہ مسرت کے جذبات سے چمک نکلا۔ اس نے رکاب کو چمکا  
 کر مڑا اٹھایا۔ فریہ حرمت فرماتے ہوئے بنی زادے نے جھک کر چلے  
 کھولے۔ حرم نے تسلیم بجا کر عرض کی: یا بن رسول اللہ! مجھے جان  
 خدا کی اجازت مرحمت ہو۔ مگر اہوں کے مظالم دیکھتے ہوئے  
 میرا نفس تنگی کر رہا ہے۔ تمنا ہے کہ سب پہلے ان قہور و نصیب ہو کر  
 خدا کے پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں:

یا اتنی جلدی کیا ہے؟ امام نے ارشاد کیا: تم میرا جان ہے، ٹھہر کر  
 حضور آدم لے، پھر حرم کو کھانا:

تھا اسی لئے کہ ان کی رفاقت میں باہادری و شجاعت کی پاشی پکڑ کر  
صعب امور میں خلوت سے نکل کر جن کی روشنی میں قسم  
لکھا امدد ملے بغیر امام سے اجازت لے کر منافقین پر ٹوٹ پڑے  
انفرادی جنگ میں متعدد پہلوانوں کو قتل کیا اور اسے غر میں اٹات  
کے مرتبہ پرفا نالام چوئے۔ اس کے بعد چاروں نے اپنے ذرہ نظر  
میں سے خطاب کر کے کہا: ہاں میا! بڑا امدد منافقین سے  
جنگ کر:

میں نے تلوار علم کی امدد پر پڑتا ہوا بڑا ہوا۔ اشقیائے گروہ کے  
قریب پہنچ کر مبارک طلب کیا غنی الفوا یک آزمودہ کار  
صفت سے نکل کر مقابل ہوا لیکن شیر کے سامنے زیادہ دھم  
سکا۔ مشکل سے دو تین دفعہ رد و بدل ہوئی تھی کہ علی کی تلوار  
نے سوتن میں جھانک کر دی۔ اب یکے بعد دیگرے حریف کے  
پہلوان آنے اور قتل ہونے لگے

حرفہ کھڑا ہوا جیسے کی لڑائی سے لذت اندوز ہوا  
تھو اس کی فن کاری امدد سپاہیانہ پتیرے دیکھ دیکھ کر کچھ  
بڑھ رہا تھا مگر وہ صورت نہ تھی حقیقت میں جس کے حصول کی  
آرزو رکھتا تھا یکایک بیرحم کی زبردست ضربے علی کو دینے  
کے گھوڑے کی پشت سے زمین پر گرا دیا۔ مفاہ کا چہرہ خوشی  
سے گلنار ہو گیا۔ مہر جاہ جزاک اللہ، بیاتو نے مجھے مبارک  
رسالت میں سرخ رو کر دیا، کہا امدد تلوار پکڑ کر شیرانہ حملہ کر دیا۔  
جس طرح ضیفیم کے سامنے سے رو باہ گزرتے ہیں، کوئیوں امدد  
شامیوں کی بھیڑ بھگنے لگی، کوئی اجل رسیدہ گھبراہٹ میں شا  
آگیا تو کبھی نیزہ کبھی شمشیر کا تھمہ نہلا

حرفہ کی قیامت غیر جنگ نے انسانی فوج کو شوش کر دیا

وہ حیران ہو کر فارس کو مغلوب و مغلول کرنے کی تدبیریں سوچ  
لگے ان کی سچ ہی میں نہ آتا تھا کہ مقابلہ کی کیا صورت اختیار  
کی جائے جو مفید نتیجہ پیدا کر سکے! اسی جیس جیس میں وقت  
گزر رہا تھا کہ صفوان بن مخلدہ بہت فیل کی طرح جھومتا ہوا  
صفند سے نکل کر سامنے آکھڑا ہوا۔

حوشمیر زنی کے ساتھ ساتھ اشقیاء کو شرم دلانے اور ان کے  
نامہ و افعال پر روشنی ڈالنے میں مشغول تھا۔ وہ کہہ رہا تھا  
کہ وہ اسے چوتھ پڑتھنے اپنی غیرت و حمیت کو تباہ کر دیا تھنے  
سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے پر بلا یا۔ جب وہ تشریف  
لائے تو اپنے وعدے سے۔ دگردانی کرتے ہوئے انھیں محصور  
کر لیا، ان کی ہمدلیوں، بچوں، عزیز اقارب اور اعوان  
انصار پر آب و غذا بند کر دی اور اب ان کا خون بہانے پر  
آمادہ ہو گئے جوئے

یہ جلد تمام ہوا ہی تھا کہ صفوان کی تلوار چمک کے گری،  
کوئی معمولی سپاہی ہوتا تو یقیناً مد ٹکڑے ہو کر جاتا صفوان  
سنبھلے سنبھلے کٹ کر زمین پر آتا۔

اس واقعہ کو اس کے تین بھائیوں نے دیکھا ان کی آنکھوں میں  
خون اتر آیا تینوں ایک ساتھ دیر پر ٹوٹ پڑے۔ حو کو جان کی  
پردانہ تھی وہ یادگار جنگ کرنے کا عزم کر چکا تھا تین نفر نے کیا  
تھے تین ہزار بھی ہوتے تو نظر میں نہ لو تا۔ اس نے کامل طہینا  
سکون کا مظاہرہ کرتے ہوئے دار خانی دیا پھر مقابلہ والے  
جوان پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ سر بھی بچا نہ سکی۔ اوہر  
تو وہ لاکھڑا کے گرا اوہر کرنے دہنی طرف، ٹڑک دو سرے پر نیزے  
کا دار کیا، آتی دشمن کے سینے میں ڈوب گئی۔ اس نے بھی بھائی

ہو جانا پلا، وہ جھلنک مار کر زمین پر آیا وہ جزیرہ اشعار پر تھا  
ہوا تیرا نہ ازلوں کی طرت بڑھتا

اگر تہہ میرا گھٹا ہے کر ڈالا تو کوئی مضائقہ نہیں میں  
ایک شریف انسان کا فرزند اور۔

۔ سے زیادہ شجاعت کا مالک ہوں۔

ٹھیک یہی منہ کام تھا کہ سید شہداء کے چند جان نثار  
نے نصرت کرتے ہوئے، حور کو خیمہ گاہ کی طرت مراجعت  
کرنے پر مجبور کر دیا۔

ساتھ دیا اب جو تیرے کی جانب متوجہ ہونا چاہتا تھا لیکن وہ  
معاذت کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلا نہ پر آئے ہوئے نکار کا فرار  
کرنا جبری کے غیظ و غضب کا موجب قرار پایا۔ حور نے بھیٹ کر  
اسے بھی نیزے، پراٹھا لیا جب تک لوگ کلک کو آئیں یہ بھی  
گرگ اجل کا زار بن کر فی البقاء والآخر ہو گیا

دیکھتے ہی دیکھتے لڑائی کا نقشہ بدل گیا چار جانب سے  
بہادر پر تیرے سنگے۔ جن کی بدولت اکثر جراحاتیں پہنچ گئیں  
اور اس سے بھی زیادہ مہلک واقعہ یہ ہوا کہ بے پناہ پیکانوں  
سے چھد چھد کر دنا دار گھوڑا ہلک ہو گیا اب حور کو جبراً و قہراً بیا

## خدا ہیں حسینؑ

از جناب مولانا محمد ادریس صاحب تنگی علی

سنو سنو میں بتاؤں تھیں کہ کیا ہیں حسینؑ

بنی کی جان ہیں اور روح فاطمہ میں حسینؑ،

جو شرع منع نہ کرتی مجھے یہ کہنے سے

قسمِ خدا کی میں کہتا ہوں خدا ہیں حسینؑ

## یادگار عظیم

قطعہ تاریخ سیر و صدائے یادگارِ حسینی

از جناب حکیم سید مظہر علی صاحب مظہر لکھنؤی شہینشاہ پورنہ

یادگار شہیدِ کربلا

للہ احکم حکم

بہ تاریخ ”یادگار عظیم“

مظہری گفتہ شہیدِ عظیم

# آئینہ

اپکے آگے جو خم ہو ہم کو وہ سر چاہیے

(از مداح رسول اکرم ﷺ حضرت انس رضاری فرنگی محلی)

گزشتہ ابرہہ فیض العباسی میں آپ کا سلام شایع ہو کر بے انتہا مقبول ہو چکا ہے۔ جاریہ اشعار پر نیا سلام آپ

عطا فرمایا ہے جو درج ذیل ہے فقیل مد۔

اور لب پر مدحت اکرم پیام چاہیے  
آپ کے آگے جو خم ہو ہم کو وہ سر چاہیے  
یعنی ہر ہر سانس میں یا ابن حید چاہیے  
مجھ سے بد اعمال کو بھی جام کوثر چاہیے  
بات کیا ہے ہاں مگر تقدیر یاد چاہیے  
حشر کے دن کچھ تو بہتر نہ رہا اور چاہیے  
اک نگاہ مہمت کے بندہ پر ور چاہیے  
الفت شبیر کا مضبوط منہ گر چاہیے  
چاہیے ہاں قوت بازو سے حید چاہیے  
اور سرمایہ بچھے کیا دیدہ تر چاہیے

لے آسدرول میں ولائے ابن حید چاہیے  
جو کرے یاد آپ کی وہ قلب مضطر چاہیے  
ہو ہم آہنگ غم شیر ستار نفس  
ساقیا تشنہ لبان کر بلا کا واسطہ  
اپنا یہ سر اور ان کا آستان پر جلال  
جمع کر لو گوہر اشک غم شیر کو  
ضطر اب دل ہوا جاتا ہے اب حد فزوں  
ہے تو بیکے بھنور میں کشتی اہل عزا  
منہدم کرنا ہے قصر دشمنان اہلبیت  
تاقیامت ہے غم سبط بنی تیرا کفیل

قابلِ عبرت ہے ہیشک لے ہمد بخام حُر

بات حیرت کی نہیں ہے کچھ مقدم چاہیے



# یادگار حسینیؑ کے سیکرٹری

## بازو یا سیکنہ پر نشان

جو ادارہ مرکزی یادگار حسینیؑ سے ملے پایا تھا وہ تیار ہو گیا ہے  
جس کا نمونہ درج ذیل ہے

اعلیٰ درجے

اس کو



کے کپڑے چھپوا  
تیاری کے لحاظ سے  
جو درجہ ذیل ہے

کے سبز ساٹھن  
گیا ہے اور مصاف  
میت قرار دی گئی ہے

ایک عدد (۱) دو عدد (۲) یا اس سے زیادہ بحساب فیصدی یا کرو پیسہ ۲  
۵۰۰ یا اس سے زیادہ بحساب فی ہزار سولہ روپیہ  
جتنی تعداد میں ضرورت ہو طلب فرمائیے،

(نوٹ) جو حضرات چاہیں اس نمونے کے مطابق خود بھی اپنے یہاں ان نشانوں کو تیار کرا سکتے ہیں

سیکرٹری جاپوئی زیری سکرٹری  
جو انٹیمٹ سکرٹری ادارہ یادگار حسینی  
۱۳۶۱ھ دین دیال روڈ ٹکھسٹ



# جہاد بالنفس

جناب سید محمد انور صاحب قبلہ محقق ہندی جو پوری سابق مبلغ

مدرسۃ العظیمین لکھنؤ

شکر اسلام جنگ خندق کے کامیابی کے بعد خوش خوش  
پٹا ہے اس کریں گے ہوئے مسلمان بارگاہ رسالت پر کھڑے  
ہیں کہ حضرت سرور عالم و نعتہ دولت سراسر برآمد ہوئے  
اور شاد فرمایا کہ دیکھو مسلمانوں اس میں شک نہیں کہ تم  
لوگ جہاد بالسیف کی سختیاں سرکھائے ہو لیکن ابھی  
پراکتفا نہیں۔ ابھی تم کو ایک جہاد اکبر کرنا ہے تب تک  
کہیں یہ جہاد مکمل ہوگا لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کونسا  
جہاد ہے آپ نے فرمایا وہ جہاد بالنفس ہے جس کی مثال  
کامیابی کے بعد تم لوگ مجاہد فی سبیل اللہ ہو سکتے ہو۔  
مجھے خاموش تھا اور رسول دعوت پر دعوت دے رہے تھے  
نہ اس نے نانا کی آواز پر اللہ میں وادی نیوا میں لڑ لیا  
کہا اور جہاد اکبر کے حقیقی معنوں میں مجاہد فی سبیل اللہ  
ہی نہیں بلکہ مصداق ذبحِ عظیم ہو گئے جس کے سامنے اللہ  
کی قربانی بھی سچ ہو گئی، حالانکہ مفصل ہے اہم ہے اور ناقابل  
قیاس ہے کہ باپ اور ضعیف باپ کا ہاتھ جو ان اور انور  
خبر داد شکیل بلکہ گیسو والے بیٹے کی گردن پر چلنے کیلئے  
چھری اور فولادی تیز چھری پکڑی اور مضبوط پکڑی مگر وہ قہر

اسی وقت تک صبر و صہراب چھینے کے لئے کافی تھا جب تک  
اس کے مشاۃ اللہ کی تصویر نظروں سے اوجھل تھی۔  
آئیے ایک اور باپ کا جہاد بالنفس دیکھیں جس کی  
تعریف صحت لفظ ضعیف پوری نہیں کر سکتی خاندانی  
کیجئے اور ایک کمر شکستہ باپ جس کی کمر کسی تلوار یا تیغ سے  
نہیں بلکہ ہاتھ یا شمشیر جیسی باپ کی نشانی کے دائمی ہر حق  
نے قلم دی۔ ایک دل شکستہ باپ جس نے ستر عزیزانصار  
اور ان ہاں تماموں کے غم میں مجروح دل تیر برداشت کر لیا  
جن کی مثال کسی نبی اللہ رسول کے انصار میں نہیں ملتی تو  
ایک ایسا باپ جس کا کوئی عضو بدن زخم سے محفوظ نہیں  
اپنے اس فرزند کو میدان میں بھیج رہا ہے جس کو کل تعریف  
نہیں ہوتی اگر اٹھارہ سالہ نوجوان کہا جائے جو نانا کی نشانی  
ہے۔ نہیں ہم شکل رسول ہی ہے اور علامہ رسول سر پر رکھ کر تو  
عجم تصویر رسالت ہو گیا ہے۔ یہاں خلعت کا دعویٰ بھی  
نہیں اور نہ خلیل کی طرح آنکھوں میں کوئی ٹپ ہے۔  
یہ نظریہ ہے کہ جیوں جیوں جوان اور کڑی جوان بنے  
کا انزاق چشم میں اامت میں پھر جاتا ہے نور ہر بندہ

فوراخیر سے ایک آواز آئی کہ آؤ میرے گیسوؤں والے  
کی خیر تو ہے امام نے کہا ام لیلہ تھا رلال زعفران اعلیٰ  
گھر گیا ہے جگہ خیمہ میں دعا کر دام بلی نے بال کھول کا  
دعا کرنا ہی چاہا تھا کہ رن سے آواز آئی واتباء ان  
ارباب دل غور کریں کہ اس کو از سے خیمہ جیتی میں کیا  
تملکہ غلیم بربا ہوا ہوگا آخر امام حسین کیا کریں محضات  
عصمت کو سینھالیں یا اپنے دل کو سینھالیں یا بیٹے کی  
آواز پر جائیں ع

حیرت نا ہی ایسی پڑے کہ کیا کرے  
صاحبِ حسین سا جو تو شکر خدا کرے

یہ سید الشہداء کی نفس تھا کہ جہادِ اگبر کی آخری منزل  
نے کرنے کیلئے ناکامی یادگار کی آواز پر دل تھا ہے ہوئے  
مکرمیدہ اس طرح سے چلے ہیں کہ قدم کہیں رکھتے ہیں اور  
پڑتا کہیں ہے اور زبان پر یہ فقرہ ہے کہ بیٹا تھا دے  
بعد دنیا و زندگی دنیا پر خاک ہے جناب دنیا کا و تو  
ہے کہ کر دیں جو ان کے دم و رتے وقت لوگ ماں باپ کو  
ہٹا دیتے ہیں لیکن ہماری جانیں شادا بیسے شہید راہ  
خدا کیلئے اور اسی کے صبر آزمادہ کیلئے جس نے بیٹے کو  
ہر حال میں دکھیا کہ سینہ پر بھی لگی ہے اور زخم سے لہو  
اہل رہا ہے اور علی اکبر میگ گرم کر بلا پر دم و رتے ہیں  
آخر باپ کا دل تھا نہ رہا گیا عجب طرح کا دل معجز  
نوحہ کہا ہے جو آج تیرہ سو برس گزرنے کے بعد بھی دل کو  
برانا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نقد ہر شہرت من کر بلا نہ نیا  
وہمنا و مہنا و ترکت اباک و حیدر بن ابیہن الا عبا بیٹا

نائل ہو رہا ہے جو ان اور شہسوار بیٹا اس بک گام باپ کے  
حکم پر ہمیز کرتا ہے اور ضعیف باپ گرد کارواں کی طرح پس  
اسپ رواں ہے یہ درخواست نہیں کہ بیٹا میری آنکھوں پر  
پھی بانہ دو کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے صبر میں فرق آجاسے بلکہ  
یہ فرماتے ہیں کہ راحت جان صرت اس لئے کہ اگرچہ آنکھوں  
کے سامنے ہو کر ایک ایک قدم پر تو زرائل اور محضت  
ہو رہا ہے راوی جو واقعہ کا مبعصر ہے نہ شاعر ہے لہذا اعلیٰ  
شاعری مگر عیب مثال دیتا ہے کہ میں نے دکھیا کہ  
مظلوم کر رہا اس طرح بیٹے کے پیچھے پیچھے چلا ہے جس طرح  
حاجی قربانی کے جائز لیکر خانہ کعبہ کی طرف جاتے ہیں اور  
ام لیلہ دل تھا ہے ہوئے ہیں درخیمہ کھڑی ہوئی امام کا  
چہرہ دیکھ رہی تھیں یہ سمجھ کے کہ آخر باپ کا دل ہے میر  
لال پاگڑ کوئی آنچ آنے والا ہے کہ چہرہ کا رنگ متغیر ہو جائیگا  
علی اکبر اس طرح میدان کارزار میں پونچے اور شام کے بال  
میں ڈوب ڈوب کے اس طرح نکلتے تھے جیسے ابر کے پروے  
سے آفتاب عالم تاب نکلتا ہے لہجے میں رسول کا انداز  
تھا صورت و سیرت میں پیغمبر کی خوب تھی رفتار و گفتار  
میں رسول کا چہرہ تھا اگر کو فیوں اور شامیوں کو رسول  
کا دھوکا ہوا ہو تو عجب نہیں لیکن ہم تو یہ سمجھے ہیں کہ  
رسول خود نہیں تو محفل رسول کے ساتھ ضرور رہے ہونگے  
محفل رسول جنگ کر رہے تھے اور رسول ہمراہ ہر دار پر  
واد شجاعت دے رہے تھے اور باپ بیٹے کا خشک لب  
دیکھ رہا تھا اور ماں کھڑی ہوئی باپ کا چہرہ دیکھ رہی  
تھی کہ دفعتاً امام کو سے چہرہ آثار تغیر نمودار ہوئے اور ادھر

ہم نے تو رنج و غم دنیا سے نجات پائی لیکن ضعیف باپ کو تنہا زعفران اعلیٰ میں چھوڑ گئے فقط

# قوت بازوئے شاہ السن و جان عباس میں

از جناب مولانا سید ابوالحسن صاحب قلم مدظلہ

میں علمداری انھیں ددنگا کہاں عباس ہیں  
اب تو اکبر کی طرح آرام جاں عباس ہیں  
یوں بے شہنرور ہاتھوں میں علم عباس ہیں  
بادشاہ شیرنمیاں اور جواں عباس ہیں،  
عرش ہیں سبط پیمبر آساں عباس ہیں  
تین دن کی پیاس سے اور میہماں عباس ہیں  
ہونٹ سوکھے ہیں تو خشک زباں عباس ہیں  
قوت بازوئے شاہ السن و جان عباس ہیں،  
اس طرح زخموں میں مٹی پر طپاں عباس ہیں  
ہاتھ کٹ جانے سے سجدنا طواں عباس ہیں  
شاہ روتے ہیں سر ہانے نیچاں عباس ہیں

بوسے سرور زو قلب نا تو اں عباس ہیں  
جب سے یہ پیدا ہوئے شیر پالا انھیں  
فتح روحانی کا رایت نصب کر دینگے ضرور  
کیوں علمداری نہ لشکر کی عطا کر دیں حین  
رفعتیں دو بھائیوں کی کر بلا میں کہہ ٹھٹھیں  
کو فیوں کو کون سمجھائے کہ بھرتیئے دو مشک  
کیوں نہ سرنگرا میں ساحل سو جاں موج نہر  
رعب و ہیبت سے نہ کیوں سے ہر اک جن بفر  
کر میں لیتا ہوز خمی شیر جیسے خاک پر،  
اب تو نیزے تیر تلواریں، نہ مارو شقیاء،  
خون سرسب بہہ گیا غش آ رہے ہیں بار بار

آساں دشمن ہے، ہونیڈ، نہیں غظ کو دور  
ہیں کرم شیر کے اور مہرباں عباس ہیں،

## نظارہ لکھنؤ

یو پی کاسٹے نامہ کثیر الاشاعت اخبار ہے اس میں شہتارے، کراچی تجارت کو فروغ دیکھے

# میرا سلام لیجا

از حضرت شوکت سبزواری سامانی نشی فاضل،  
 کرل کو جان بولے، غربت اٹھانے والے  
 مظلوم تک سالی، قیمت سے پانے والے  
 اس کشتہ جفا تک میرا سلام لے جا  
 گھر جس نے سب لٹایا، پیاسا گلا کٹا یا،  
 وہ شاہ جس نے مرک زانا کا دیں جلا یا  
 اس سبط مصطفیٰ تک میرا سلام لے جا  
 وہ نہ چشم حیدر، وہ فاطمہ کا دلبر  
 وہ جبر و جان احمد، بھائی تھا جسکا شہر  
 اس پیکر برضا تک میرا سلام لے جا  
 جو کمر سے بلایا، پانی نہ جس نے پایا  
 پانی کے بدلے جس کے، تر قضا لگا یا  
 ششما ہے مرقا تک میرا سلام لے جا

## قائد اعظم حضرت عباسؑ

از جناب مرزا امجد علی صاحب رشک لکھنوی

پرچم اک عباسی کی ہمارا پاس ہے، قائد اعظم ہوا حضرت عباسؑ  
 رشک مجھ کو دیکھو مرقین کہیں ملی ہے، مرقہ چھوڑ دیا عاشق عباسؑ

## سبیل عباسؑ

از جناب حکیم سید مظہر علی مظہر بگرامی کشمیری

واحد نہیں کی شیں عباسؑ عالم نہیں لکھتا حدیں  
 اک مشک فاضل شاہ کے مظہر ہو چاہا رکھی سبیل عباسؑ

## ۶۱ سالہ ہجری کا محرم

اور

## امامیہ شریعت جبریل علیہ السلام

آپ کا

یہ دینی تبلیغی مشن ۱۹۳۳ء سے اب تک قائم ہے۔ اس دوران میں اس نے مختلف مہم  
 موضوعات پر ۸۵ تبلیغی دینی رسائل شائع کئے ہیں یہ رسائل ملک کے زبہدست اہل فہم  
 حضرات اور خدمتِ سیدالعلماء دام ظلہ کے زورِ قلم کے نتائج ہیں ان رسائل کی غیر معمولی  
 مقبولیت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ ان میں سے زیادہ تر رسائل کے کئی کئی ایڈیشن  
 بہت جلد شائع کرنا پڑے زیادہ تر لٹریچر اردو زبان میں شائع ہوا ہے اور بہت سے رسائل ہندی  
 انگریزی میں شائع کئے جا چکے ہیں۔ مہندی، اور انگریزی کے رسائل خاص طور  
 سے ہر سال محرم کے موقع پر علاوہ اردو، ہندی، انگریزی کے ملک کی دیگر بڑی بڑی  
 زبانوں میں بھی لٹریچر شائع کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ سب افراد ملت محرم کے موقع پر  
 کم از کم قیمت والے رسائل کی دو دو چار چار ہی جلدیں خرید کر کے غیر اقوام میں ضرور  
 تقسیم فرمادیں گے اور حسین کے صلِ مقصد شہادت کو دنیا کے سامنے پیش فرما کر  
 عند اللہ و عند الرسول باخبر ہوں گے تقسیم کرنے والے حضرات کے لئے قیمت میں کافی  
 رعایت کی جاتی ہے۔ مشن نے بیاوگا ریسرورہ صدر سالہ ایک خوشنما اور کارآمد کلنڈر  
 بھی شائع کیا ہے جو بلا قیمت علاوہ ممبران و ہمدردانِ مشن کے ہر فرمائش رسائل کی تقسیم  
 مفت روانہ کیا جاتا ہے۔ ایک کارڈ بھی مکتبہ مفصل فہرست جلد طلب فرمائیے۔ ذیل میں  
 صرف ان رسائل کی مختصر فہرست درج ہے۔ جو محرم میں تقسیم کرنے کے قابل ہیں اور جو  
 دیگر مہمیں صفحہ ۹۱ پر ملاحظہ ہوں

ربیع الاول تک خاص عایت

ثانی زہرا

یکم محرم الحرام سے آٹھ

حضرت زینب

سوانح حیات

نصف قیمت پر

دنیا میں جس امام حسین کے صبر و ثبات کی نظر ناممکن اور محال ہے بالکل اسی طرح یہ دعویٰ بھی کیا جاسکتا ہے کہ عورتوں میں حضرت زینب کے استقلال و صبر کی دوسری مثال نہیں پیش کی جاسکتی اگر آپ کو یہ دیکھنا ہو کہ صنف نازک کے اندر شامل ہونے کے بعد حضرت زینب نے کیا کام کیا اور تحفظ دین کے لئے کیسے جدوجہد انجام دیئے۔ اگر آپ کو دیکھنا ہو کہ افراد بشری میں اسلامی ترقی کا جو پتلا چراغ برقرار پاسکتا ہے۔ جناب زینب نے اس کو حاصل کیا اور کیوں کر کیا اگر آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ ممدوح کے سوانح حیات سے مرد اور عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ کیا کیا سبق حاصل ہوتے ہیں تو اس زرین موقع کو جانے نہ دیجئے

یکم محرم الحرام سے آٹھ ربیع الاول تک "ثانی زہرا" کی قیمت نصف کر دی گئی ہے۔ صفحہ نمونہ کی کتابیں باقی ہیں ممکن ہے کہ تاخیر کرنے والے حضرات پھر اس ایڈیشن کو نہ حاصل کر سکیں۔

اس کتاب کے مولف جناب مولانا محمد صادق حسین صاحب بی۔ اے الہ آبادی ہیں طباعت کتابت عمدہ ہے۔ صفحات ۱۷۵ ہیں رعایتی قیمت آٹھ آنے (۸) محصول ڈاک دو آنے (۲)۔

۵۵

امامیہ سن لکھنؤ

مخصوص طور سے اس مقصد کے لئے طبع کرائے گئے ہیں۔ مفصل فہرست مطبوعات مشن بک انجینی  
فام ممبری کی طلب فرمانے پر فوراً ارسال خدمت ہوگی

| نمبر رسالہ | نام رسالہ                                | قیمت         | محصولہ اک   |
|------------|------------------------------------------|--------------|-------------|
| ۷          | حین اور اسلام اردو                       | چھ پیسے ۱۰   | تین پیسے ۱۰ |
| ۴۷         | ذوالجہاد                                 | دو پیسے ۱۰   | تین پیسے ۱۰ |
| ۵۰         | حین دی مین آف کر بلا۔ انگریزی            | چھ پیسے ۱۰   | تین پیسے ۱۰ |
| ۵۱         | شہید اعظم اردو                           | پانچ پیسے ۱۰ | تین پیسے ۱۰ |
| ۵۷         | حین کا پیغام عالم نہایت نام              | ایک آنہ ۱۰   | تین پیسے ۱۰ |
| ۶۵         | دی لاسٹ مسیح آف حین۔ انگریزی             | دو آنے ۱۰    | تین پیسے ۱۰ |
| ۷۱         | دی مشن آف حین                            | ایک آنہ ۱۰   | تین پیسے ۱۰ |
| ۷۵         | مظلوم کر بلا اردو                        | دو آنے ۱۰    | تین پیسے ۱۰ |
| ۷۶         | دی مارٹر آف کر بلا۔ انگریزی              | تین پیسے ۱۰  | تین پیسے ۱۰ |
| ۸۲         | حین کا پیغام عالم نہایت نام گجراتی ترجمہ | دو آنے ۱۰    | تین پیسے ۱۰ |
| ۸۳         | " " " " ہندی ترجمہ                       | دو آنے ۱۰    | تین پیسے ۱۰ |
| ۸۴         | " " " " ہندی ترجمہ                       | چھ پیسے ۱۰   | تین پیسے ۱۰ |
| ۸۵         | " " " " بنگالی ترجمہ                     | دو آنے ۱۰    | تین پیسے ۱۰ |

— (نوٹ) —

لکھنؤ میں ملنے والی ہر کتاب مشن کے ذریعہ طلب فرمائیے

۵۸

ملنے کا







دربار شاہان کھنڈ کی ہر مرض کی خانہ فی مجرب ادویات پشٹ پٹنڈہ و دوسرے ادویہ دوا خانہ ازراہ قومی مذہبی ہندو

مفت طلب فرمائیے

## عمر اسلاف شہنشاہ ہندوستانی گزری

### پانچویں پشت طبابت میں بیماری گزری

اگر کوئی دوا خور فائدہ نہ کرے گی تو مباحثت ادویات بلا میت صرف مزور پکنیک مزدوری تیار دوا پر مفت روانہ ہوگی اگر مرض علاج ہو جائے گا میت دوا حلیہ واپس ہوگی۔ فرحنگی ادویات کا مبالغہ خالص قومی و مذہبی کاموں میں روانہ ہوگا۔ جو ابی خطوط کے ہر ملک کی طرف آئے فرمائشوں کی تعمیل بذریعہ وی پی ہوگی۔ مرض کا مشرح حال تحریر فرمائیے آرڈر میں حوالہ اخبار ہو ہر مرض کی دوا ہر موسم میں نفع دیتی ہے اعضائے ریس کو بجا نہتا قوت دیتی ہے بنیائی کو تیز کرتی ہے کل عضائے جسم میں بے نہتا قوت آجاتی ہے اور

### اکسیر جوانی نمبر

قوت باہ میں اس قدر ترقی ہو جاتی ہے کہ بڑا بچہ میں بھی اولاد ہوتی رہتی ہے اس کے فوائد کثیرہ اس قدر ہیں کہ قابل بیان نہیں کسی عمر کا انسان ہر طریقہ طور پر پشٹل فوجان کے ہو جاتا ہے ہر عمر کے مرد و عورت کیلئے یکساں طور پر مفید ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ اس سے بہتر کوئی مفید ان شکایات کے اثرات کیلئے آج تک ایجاد نہیں ہوئی جس روز یہ دوا شروع کی جائے تو صحیح طور سے اپنے جسم کا وزن کر لیں بعد استعمال دوا بھر وزن کریں جسم میں سیر و خون کی زیادتی پائیں گے یہ دوا بان عالم و جد علی شاہ آخری شاہ ادویہ کھنڈ کی خاص فرمائش پر میرے والد ماجد حکماء حکیم علی صاحب طبیب دربار شاہی نے مقام کلکتہ ٹیپا برج میں تیار کی تھی شاہ موصوفت بکواز حد پند فرما کر تمام عمر استعمال فرمایا میت مع محصول اک مبلغ چوبیس روپے بارہ آنے میں خوراک۔

اس مرض کی نسبت عام خیال ہے کہ دوسرے دم کے ساتھ جاتا ہے ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہر طریقہ آرام چودہ یوم میں اکسیر دم کے استعمال سے ہو جاتا ہے۔ اکسیر دم ہماری خانہ فی مجربیت سے ہو دو سال سے کثرت سے مریضوں کو صحت ملی ہو چکی ہے ہر طرح سے قابل اطمینان ہے اسکو استعمال کر کے قدرت خداوند عالم کا تماشا دیکھئے بچا بس بچا بس سال کے جاں بلب مریض صحت پاگئے ہیں زیادہ تعریف ہماری خانہ فی ادویات کے منافعی ہے میت مع محصول اک وغیرہ جب ذیل ہے۔ دمہ مرض سر سال قیمت پانچ روپیہ بارہ آنے سر سال سے زیادہ عرصہ کا دس روپے بارہ آنے میں ہے

یہ مرض آج کل بکثرت ہے اس دوا کے استعمال سے مرد سے اس وقت تک ہرگز نہ فارغ ہوگا جب تک خود مرد کا دل نہ جا ہے اور قوت باہ میں بھی روز افزوں ترقی ہو جاتی ہے ہر عمر کے مرد و کمیاں مفید ہے یہ عجیب و غریب دوا ہے میت مع محصول اک پانچ روپیہ بارہ آنے میں ہے (۴۱ خوراک)

اگر عضو مخصوص انعام، استسک، سوزاک وغیرہ سے کوتاہ و لا غرج آور گیں بھول گئی ہیں

### طلہ اکسیر مخصوص نمبر ۳۴

اور قوت مردی بھی قطعی جواب دے چکی ہے تو یہ طلہ ان کل شکایتوں کو نفع کرتا ہے

اور عقل و فوجوں کے فخر طبع کو دیتا ہے۔ یہ طلاء، محلو قین و ضعف باہ والوں کے لئے خواہ وہ کسی عمر کے ہوں مثل اکسیر کے ہے اس کا مستحق آپ کو حیرت میں ڈال دے گا۔ آبد و سوزش و صلب و غیرہ سے مراد ہے زیادہ تعریف فضول ہے تیر بہدت تجربہ شدہ عاذا فی  
 پینٹ ہے مع محصول اک فی شیشی مبلغ 8/12

کسیر عثمانی نمبر ۱۱۱  
جگر، معدہ، قلب و دماغ اعضائے رئیسہ جریان سيلان الرحم، پرسوت، کثرت احلام سرعت انزال  
و قہم کے امراض مردی کے لئے یہ اکسیر کا حکم رکھتی ہے شک و شبہ کو اس میں خدا بھی دخل نہیں ہے،  
بے مثل و بے نظیر دوا ہے ۲۰ خوراک معہ حصول دواک قیمت مبلغ ۵/۱۲

**سنوف مقوی الارواح نمبر ۱۳**

تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ یہ دوا نوابوں و ماجدوں کے لئے برہمیت گراں تیار ہوئی تھی ہر قسم کے امراض مروجی و نسائی و دیگر امراض جہانی کیلئے یہ دوا شکی کبیر کہے۔ یہ سنوف خون تازہ پیدا کر کے جہانی وزن کو نوراً بڑھا رہا ہے زیادہ اس کی تعریف کرنا ہمارے اصول خاندانی کینڈاوت ہے برہنہ رفاه عام اس کی قیمت بہت کم کر دی ہے خوراک مع حصول قیمت مبلغ 8/2

نوٹ:- دوا نمبر ۱۱۱ و نمبر ۱۳۳ یہ وہی ادویہ ہیں جن کا تذکرہ خط باندہ مودعہ ۸ دسمبر ۱۳۳۸ء و نمبر ۱۲۷ مسند بہ اخلاص مطبوعہ ۱۳۳۸ اکتوبر ۱۳۳۸ء صفحہ ۹ میں درج ہے اگر نمبر ۱۱۱ و نمبر ۱۳۳ کا ایک ساتھ استعمال کر لیا جائے تو پھر کسی دوا امراض مروجہ وغیرہ کی ہرگز ضرورت نہ ہوگی:-

المشقه  
نقحر  
زاكوكه حكيم حاذق سيد احمد حسين ضوى لكهنوى گورنمنٹ پشاور جسٹس ڈائے كلاس بوڈاؤت انڈين مدين صوبه سقده خلف فخر حكيم  
حكيم عبدالعلی صاحب لكهنوى طبیب دربار شاه لكهنؤ و ثقیه دارشاهی مقام سنبھل ضلع مراد آباد یوپی دوانا نہ بہا علی

**تفسیر انوار القرآن** آج تک اردو زبان میں کوئی ایسی تفسیر قرآن مجید نہیں لکھی گئی تھی جس کو دنیا بھر کے مذہبوں کے مقابل میں مقبولیت سے نفع دے گا۔ حق ہونا واجب قبلہ تفسیر انوار القرآن نے مثل انقباض و تنفس کی طرح اسلام کو شیعہوں کا ہوا اور تحریروں کو نجات پانیا اور فریقینا اپنی چار سال تک محرم شدہ و دلی بوجہ سے تک تفسیر کچھ مختلف سارن کو شائع ہوئی رہی اس زمانہ کی حلدیں اگر کسی صاحب کو مطلوب ہیں تو مندرجہ ذیل پتہ سے طلبہ کے یہ تفصیل سے (۱) مقدّمات انوار القرآن تفسیر کا جامع مباحثہ و مقدمات پر موقوف ہوں ان نام امور کو نہایت تفصیل و تحقیق سے جمع کر دیا۔

۲ صفحہ ۱۰۰ قیمت ۲۰ ج ۲ جامع و مکمل تفسیر بسم اللہ الرحمن و ربہ و الحمد ۲۲۲ صفحات قیمت ۲۰ ج ۳ تفسیر سورہ بقرہ حصہ اول ۵۶ صفحات قیمت ۱۰ ج ۴ تفسیر سورہ بقرہ حصہ ثانیہ تا صفحہ ۴۴۴ قیمت ۲۰ ج ۵ (۲۰ ج) مجموعی رعایت قیمت آٹھ روپیہ محصول ڈاک،

شید موسی کاظم **مختصر تفسیر الزاد القرآن** کج چنسل سارن (بہار)

# سیرت امیر کبیر پر سطح پل سکتے ہیں

صرف سطح کہ

## امام علیہ السلام کی سیرت کا مطالعہ کیا جا

خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ انگریزی تعلیم اور مغربی تقلید نے ہمارے نوجوانوں کو مذہب اور دینی پیشواؤں کے حالات سے بالکل بے خبر بنا دیا ہو اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ سوانح چارہ معصومینؑ سادہ سہل۔ دیکھن انداز میں لکھے جائیں کہ ہمارے نوجوان لڑکے لڑکیاں کم پڑھے بھی آسانی سے پڑھ کر سمجھ سکیں اور ان حضرات کی

عملی زندگی کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی پڑے تاکہ۔ ہماری نئی پود میں عملی جوش پیدا ہو۔

اور وہ جان لیں کہ ہماری دینی راہنما کمالات کے کن کن اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔

خدا کا شکر کہ جناب شمس الدین مولانا سید ظفر حسن صاحب قلم نے اس خدمت کو باحسن وجہ انجام دیا۔ اور اپنے خاص سلیقہ سے جو قدر اند عالم نے ان کو ودیعت فرمایا ہے ان کتابوں کو کچھ اس طرح ترتیب دیا ہے کہ۔ جب آپ ان کتابوں کو پڑھیں گے تو معلوم ہو گا کہ۔

مولف نے گویا ہر ایک روزہ میں بند کر دیا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتابیں ہیں۔ واقعات کتب معتبر سے لئے گئے ہیں۔

سوغ مرغ سے ہمارے غلط مزاج مرآت بجا (غلط اعتقادات) کے پہلو بھی نمایاں کر لئے گئے ہیں کتابوں کو مناظرانہ رنگ سے علو رکھا گیا ہے۔ اب النزاع واقعات زری سے لکھے گئے ہیں

کوئی شیعہ گھر اس مقدس اور مفید کتابوں سے خالی نہ رہنا چاہیے

آپ کے گھر میں انکا وجود دنیا و آخرت کے سنوارنے کا ذمہ دار ہے

ہدیہ..... ۱۴ جلدیں علمہ علمہ..... مجلد ہجہ..... غیر مجلد سہ..... علاوہ محصول.....

| مولفات جناب فوق ذیل       | ماستی مجاہد               | سوانحی حضرت عباسؑ         |
|---------------------------|---------------------------|---------------------------|
| ۱۔ ائو الرسول جلد اول     | ۱۔ ائو الرسول جلد دوم     | ۱۔ ائو الرسول جلد اول     |
| ۲۔ ائو الرسول جلد دوم     | ۲۔ ائو الرسول جلد سوم     | ۲۔ ائو الرسول جلد دوم     |
| ۳۔ ائو الرسول جلد سوم     | ۳۔ ائو الرسول جلد چہارم   | ۳۔ ائو الرسول جلد سوم     |
| ۴۔ ائو الرسول جلد چہارم   | ۴۔ ائو الرسول جلد پنجم    | ۴۔ ائو الرسول جلد چہارم   |
| ۵۔ ائو الرسول جلد پنجم    | ۵۔ ائو الرسول جلد ششم     | ۵۔ ائو الرسول جلد پنجم    |
| ۶۔ ائو الرسول جلد ششم     | ۶۔ ائو الرسول جلد ہفتم    | ۶۔ ائو الرسول جلد ششم     |
| ۷۔ ائو الرسول جلد ہفتم    | ۷۔ ائو الرسول جلد ہشتم    | ۷۔ ائو الرسول جلد ہفتم    |
| ۸۔ ائو الرسول جلد ہشتم    | ۸۔ ائو الرسول جلد نہم     | ۸۔ ائو الرسول جلد ہشتم    |
| ۹۔ ائو الرسول جلد نہم     | ۹۔ ائو الرسول جلد دہم     | ۹۔ ائو الرسول جلد نہم     |
| ۱۰۔ ائو الرسول جلد دہم    | ۱۰۔ ائو الرسول جلد یازدہم | ۱۰۔ ائو الرسول جلد دہم    |
| ۱۱۔ ائو الرسول جلد یازدہم | ۱۱۔ ائو الرسول جلد سولہم  | ۱۱۔ ائو الرسول جلد یازدہم |
| ۱۲۔ ائو الرسول جلد سولہم  | ۱۲۔ ائو الرسول جلد سترہم  | ۱۲۔ ائو الرسول جلد سولہم  |
| ۱۳۔ ائو الرسول جلد سترہم  | ۱۳۔ ائو الرسول جلد اسیس   | ۱۳۔ ائو الرسول جلد سترہم  |
| ۱۴۔ ائو الرسول جلد اسیس   | ۱۴۔ ائو الرسول جلد اسیس   | ۱۴۔ ائو الرسول جلد اسیس   |

میں جو نظامی پریس لکھنو (آہنی بھاٹک)

عزیزانِ سخن! نظامی پر نہیں لکھو کے طرفے یاد رہیں جیسے وہ آیات میں جو آئے ہیں

قرآن مجید  
مترجمہ مولانا سرہان علی صاحب مدظلہ  
جل قلم ہر اعراب کے شکستہ پرہر نقطہ اپنی نگاہ  
نہایت واضح و غیر مجملہ ۹ جلد عن ۱۵

حاصل شریف  
مترجمہ لانا فرماں سنی  
تہذیب کی بے حد  
تہذیب کی بے حد

مختار المسائل  
اردو علیہ  
سرکار اقلہ البکسٹ اصضہانی مظللہ لہالی  
درمکاز ناصر الملة مظللہ درمکاز نجیم اعلما مظللہ  
مجلہ غیر مجلدہ .....

حامل شریف لاکھ تعویذی  
 بچوں کے گھر میں ڈالنے کے لئے اعلیٰ  
 عوض پین ایچ طول سوا اینچ وزن پینکل ۹ انا  
 نہایت خوشنما ..... ہدیہ ۸ /

**عزاداری کی تاریخ**

مولفہ جناب مولانا سید اکبر صاحب قبلہ  
 قابل دید کتاب ہے..... ۹  
**آثار علمیہ** مولفہ مولانا سید اکبر صاحب قبلہ  
 ارشاد است حضرت علی علیہ السلام سے خطاب  
 ارشاد است اور مقالات بحث کتب اور زبان اور کتب  
 زبان میں ہے..... ص ۲

|                                                                                                                                                                                                  |                                                                                                                               |
|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p><b>فلسفہ آل محمدی</b><br/>         از علامہ ابن جن صاحب جلال<br/>         حصہ اول ۱۰۰ احادیث میں<br/> <b>تاییح احمدی</b><br/>         مولفہ ذاب حسابدہ یارون<br/>         خیریت پورہ روضہ</p> | <p><b>حیات القلوب</b><br/>         حصہ اول ۱۰۰ احادیث میں<br/> <b>مولفہ ذاب حسابدہ یارون</b><br/>         خیریت پورہ روضہ</p> |
|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

لطائفِ حبشہء ۶

صحفہ کاملہ  
مترجمہ جناب مولانا سید محمد ارون خلیفہ  
مولانا سید محمد ارون صاحب قبلہ علی نقی  
مولانا سید محمد حسن صاحب قبلہ کراچی  
مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ دہلی  
ہدیہ مجلد سے / غیر مجلد

**تحفہ کو احمدیہ**  
 موافق فتاویٰ و احتیاطات  
 صدر المحققین مولانا سید ناصر حسین صاحب  
 جسکی تصنیف خود سرکار ناصر الملک کی زیر نگرانی  
 ہوئی ہو بلکہ اکثر مقامات خوشگام و مدبرانہ  
 صحت فرمائے ہیں جلی قلم سفید عطا کاغذ  
 جلد سوم تیار ہو گئی ہے ...  
 جلد دوم ... جار ... جلد اول ... جار

دعائیں پاک سائز  
جلدی قلم مترجم حدیث مبارکہ  
دعا نمبر ۱۲ دعا منقول ترجمہ  
دعا باب ۲ دعا کبیل ۲  
دعا پیشہ دعا مجید دعا ایس ڈی بازار چار

فن و ادبیات کی بے پناہ مہر اور عوالم  
**جواہر البیان**  
 مولانا ابوالیاس مولانا سید اکرم ہمدانی صاحب  
 جس میں ہر موضوع کے حوالے ہیں دو علمین اور مصلحت  
 اور واقفیت کے لئے متفق کیا فی مودات ہیں  
 ہمدانی صاحب  
 عظیمہ صاحبہ

مفتاح البيان تيسرى حبل  
بج تيار هو كسى  
مفتاح البيان حصه اذل ..... علم  
مفتاح البيان حصه دوم ..... علم  
مفتاح البيان حصه سوم ..... علم  
ما فاق مجلس جهاده مسعودين ..... علم  
خزينة الاحسان ..... علم  
جل نفس بالذلة ران ..... علم

ملنے کا پتہ، اظہارِ می

چہ جہادہ مصوم کی سوا ستمی  
 مولفہ شہزادی خلیفہ مراد آبادی نظر حسن  
 ۱۲۳ جلدین علو علو مجلد ۱۲  
 المہ مصومین کی بنیق آنوز زندگی بچوں، ا  
 کم بڑے کتوں کے مطالعہ کے لئے بالکل  
 سہلی اردو زبان، پیرمقبول ہو رہی  
 آپ کے گھر میں نکاح و دنیا و آخرت سوار  
 کا قلم دار ہے  
 خاتم الانبیاء مجلد ۱۲  
 پہلے امام ..... ۱۲  
 چوتھے امام ..... ۱۲  
 پانچویں امام ..... ۱۲  
 ساتویں امام ..... ۱۲  
 نویں امام ..... ۱۲  
 سیمارہویں امام ..... ۱۲  
 ۱۲ جلدوں کا کٹ ممکن مجلد .....

**حضرت فوق بلگرامی مسوّم ہائے**

|                       |   |
|-----------------------|---|
| اسوۃ الرسول صلہ اول   | ۱ |
| اسوۃ الرسول جلد دوم   | ۲ |
| اسوۃ الرسول جلد سوم   | ۳ |
| اسوۃ الرسول جلد چہارم | ۴ |
| المحسن                | ۵ |
| رسالہ ماجری           | ۶ |
| قرآن مجید داغ و نقاب  | ۷ |

حضرت نجمہ آفندی  
کی نئی بیاض تیار ہو گئی  
آیات اتم ..... جدید .....  
اشارات عنہم ..... ۱۲

|                                                                                                                                                             |                                                                                                             |
|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p>فرهاد بیاض نور چشم<br/>         جناب مولانا سید محمد حسن<br/>         هدیه ..... ۶<br/>         فغان بیاض نور چشم<br/>         فرزند مولانا سید محمد</p> | <p>دخیره فغان<br/>         عمل نزد حضرت فغان<br/>         انتخاب روزگار فرموده<br/>         جیش غم بیاض</p> |
| <p>نظم لطیفی مراد حسن علی<br/>         بوستان رسید حضرت قدوس علم<br/>         خورشید خاوری علم<br/>         عروج سخن بران نور علم</p>                       | <p>قصایم حیار و گو<br/>         ۱۰۰ شریک تقویا<br/>         قصایدیت</p>                                     |

نظمی ختری

سید ظفر عباس برنٹر پبلشر ایڈیٹر نے سفرِ انارکومی پریس میں چھوٹا کر دفتر تلفارہ و کٹورہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شای کیا۔





